مقامعِ الحدید
علی
الکذاب العنید

تالیف
حضرت مولانا محمد حنیف رہبر اعظمی مبارکپوری فاضل دیوبند



انجمن ارشاد المسلمین
۶ بی ۔ شاداب کالونی ۔ ٹمپل روڈ ۔ لاہور

سلسلہ: ۱۵

نام کتاب — مقامع الحدید

مصنف — مولانا محمد حنیف صاحب

کل صفحات — ۹۶

تاریخ طباعت — شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ستمبر ۱۹۸۲ء

پریس

ناشر — انجمن ارشاد المسلمین۔ لاہور پاکستان

تعداد — ایک ہزار

قیمت — بارہ روپے

ملنے کے پتے

المکتبۃ المدنیہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

مکتبہ قاسمیہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

پاک اکیڈمی دوکان نمبر ۲۲ جامع مسجد باب الاسلام آرام باغ کراچی۔

عرضِ ناشر

الحمد للہ ذی المجد والعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ اما بعد: ناظرین گرامی قدر! حقیقت مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ اتحادِ امتِ مسلمہ کی جس قدر اس وقت ضرورت ہے قرونِ سابقہ میں شاید ہی کبھی اتنی ضرورت پڑی ہو۔ آج جب کہ عالمِ اسلام، دنیائے کفر و طاغوت کی سازشوں کے نرغے میں ہے، کہیں سوشلزم کی یلغار ہے، کہیں کمیونزم کی بھرمار، کہیں دیوتائے سرمایہ داری کی پرستش ہے تو کہیں الحاد و زندقہ کی مادر پدر آزاد تہذیب کا غلغلہ!!

اتحادِ امت کا تقاضا تو یہ تھا کہ فروعی اختلافات رکھنے والے فرقِ مسلمہ آپس میں باہمی تعاون اور ہم آہنگی و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیائے ضلالت کا مقابلہ کرتے اور اختلافات کو عناد و عداوت کی حد تک پہونچانے کی بجائے اختلافات کی حد تک محدود رکھتے اور عناد انگیز انداز روش سے احتراز کرتے۔ لیکن صد افسوس و صد حیف کہ ہند و پاک میں نمودار ہونے والا ایک فرقہ (جو عام طور پر فرقہ بریلویہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے) عرصۂ دراز سے امتِ مسلمہ کے اتحاد کی دیوارِ آہنی میں دراڑیں ڈالنے کے درپے ہے۔ اور کوئی دقیقہ بھی اپنے اس مشن سے فروگذاشت نہیں ہونے دیتا۔

کچھ عرصہ سے اس فرقہ کی طرف سے منظم صورت میں یہی تحریک دوبارہ سر اٹھا رہی ہے۔ اور کچھ ہی عرصہ کے اندر اندر متعدد کتب و رسائل منظرِ عام پر آنے لگیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر صداقت شرما کے رہ جاتی ہے، حقیقت محوِ تحیر و غرقِ استعجاب ہو کے رہ جاتی ہے، تاریخ اپنا منہ چڑانے والوں کو دیکھ کر دم بخود ہے۔ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی، ناطقہ سر بگریباں ہے اور خامہ انگشت بدنداں!! ان کتابوں کے مصنفین نے بھی وہی کچھ کیا ہے جو ان کے آقایانِ ولی نعمت بہت پہلے کر چکے ہیں انہوں نے انہی کی مکھی پہ مکھی ماری ہے۔ مال ایک ہی ہے، لیبل بدل دیا گیا ہے۔

ان بقلم خود علاموں نے جن عبارات کو لیکر ہدفِ طعن و وجہ تکفیر بنایا ہے، ان کے جوابات بہت عرصہ پہلے دیے جا چکے ہیں مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اس طبقہ کا ہاضمہ ٹھیک نہیں ہوتا تاوقتیکہ ان مشائخ کو اپنی زبان درازی کا نشانہ نہ بنالیں، ہم نے بہت چاہا کہ جواب آں غزل سے اجتناب کریں، تاکہ قوم دوبارہ انتشار و تشتت کی آلودہ فضاؤں میں بدظن ہو کر مذہب بیزار انداز فکر رکھنے والوں کے پروپیگنڈہ میں نہ آجائے لیکن ہمارے پاس لوگ ان کی کتابیں اٹھا اٹھا کر لاتے ہیں کہ ان کا جواب دو! ہم نے جب یہ سلسلہ دیکھا تو محسوس کیا کہ سادہ لوح مسلمان، مکر و تلبیس کے اس جال میں بہت سادگی سے پھنس رہے ہیں اور اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی کہ ان تمام مطاعن کا جواب شائع کیا جائے۔ چنانچہ بجائے کوئی نئی کتاب مرتب کرنے کے ہم زیرِ نظر کتاب "مقامع الحدید" شائع کر رہے ہیں جو سب سے پہلے دفتر الفرقان بریلی سے طبع ہوئی تھی۔ آپ اس کتاب میں ان تمام مطاعن کا جواب پائیں گے جن کی بنیاد الفاظ کی بناوٹ، معانی کے پیچ و خم کے الجھاؤ، ذہنی تعصب، اور کم علمی پر ہے۔

(طالبِ دعا :- ارشد حسن، نائب ناظم نشر و اشاعت انجمن ارشاد المسلمین، لاہور)

انتساب

مصنفین کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تصانیف کو اپنے کسی مربی و سرپرست کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں، میں اپنی اس ناچیز کوشش کو اپنے مربی و سرپرست حضرت مولانا شکر اللہ صاحب (مہتمم مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور) مدظلہ سے منسوب کرتا ہوں، کہ میری علمی و جسمی نشو و نما انھیں کی شفقت و رافت کی رہینِ منت ہے۔

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

عبد نحیف محمد حنیف عفا عنہ اعظمی (مبارکپوری)
یکم جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ

رسالہ مقامع الحدید علی الکذاب العنید کے خاص خاص مضامین کی اجمالی فہرست

فہرست باب دوم رضا خانی مذہب کا آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

حمداً وسلاماً

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا، تو مسلمانانِ ہند پر بیک وقت سیکڑوں مصیبتیں ٹوٹ پڑیں، اگر ایک طرف اُن کی دولت برباد ہوئی، ان کی حاکمانہ زندگی کی رہی سہی توقعات کا بھی خاتمہ ہوا تو دوسری طرف اُن کا دین و ایمان بھی خطرہ میں پڑ گیا اور لارڈ میکالے ممبر پارلیمنٹ کی ۱۸۵۷ء والی تقریر بروئے کار آنے لگی جس کا مضمون یہ تھا

"خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ سلطنتِ ہندوستان انگلستان کے زیرنگین ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمامتر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہئے"

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کے لئے یہ دور سیاسی و مذہبی اعتبار سے نہایت ہلاکت آفریں دور تھا اور اُن کی زندگی کی ناؤ ایک خطرناک بھنور میں گھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اُن چند مقدس نفوس پر جنہوں نے اپنی دوربیں نگاہوں سے مستقبل کے خطرات کو دیکھا اور اسلامی تعلیم و حجازی تہذیب کے بقاء اور تحفظ کے لئے سرزمین "دیوبند" میں اپنے مبارک ہاتھوں سے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

اسلام کے دانا دشمنوں اور طاغوت پرست مدبروں نے جب دیکھا کہ ان چند حامیانِ اسلام نے

مسلمانوں کی حفاظت اور علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا سامان فراہم کر لیا اور اب مسلم قوم کو آسانی سے ہضم نہیں کیا جا سکے گا تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح ان خدام اسلام سے عام مسلمانوں کو متنفر اور بدگمان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم اپنے عزائم مشؤمہ میں ہر گز کامیاب نہ ہو سکیں گے چنانچہ اس کام کی انجام دہی کے لئے انھوں نے پیشہ ور پیروں اور جعلی مولویوں کی خدمات حاصل کیں اور ان نفس پرست اور شکم پرور ملت فروشوں نے صرف چند سفید سکوں کے لالچ میں ہندوستان بھر میں ان خدامِ اسلام (یعنی بانیانِ و حامیانِ دار العلوم) کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ یہ لوگ معاذ اللہ بد مذہب اور فاسد العقیدہ ہیں۔ خدا کو جھوٹا کہتے ہیں، رسول کی توہین کرتے ہیں، اُن کا مرتبہ صرف بڑے بھائی کی برابر بتلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس ناپاک پروپیگنڈے کا مقصد صرف یہی تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت میں پھوٹ پڑ جائے، ان کا شیرازہ بکھر جائے اور اُن کی متحدہ طاقت جماعتوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائے، نیز ان کے عوام اپنے مخلص رہنماؤں سے فرنٹ ہو جائیں۔ اور پھر ان بھیڑوں کی طرح جن کا کوئی ہوشیار رکھوالی نہ ہو ان کو آسانی سے شیطانی ریوڑ میں ملایا جا سکے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ طاغوتی چال بڑی حد تک کامیاب ہوئی مگر اسلامی ہند کا یہ علمی و دینی مرکز دار العلوم دیوبند بھی خدا کے فضل و کرم اور اپنے بانیوں کے اخلاص کے اثر سے دن دونی، رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ اور کفر و وہابیت کے ناپاک پروپیگنڈے کے باوجود اُس کو یہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہندوستان کے علاوہ کابل و قندھار، بخارا و بلخ تک کے تشنگانِ علوم نبوی اس دار العلوم سے پیاس بجھانے کے لئے آنے لگے۔ اور شہر بہ شہر اُس کی شاخیں قائم ہونے لگیں، علم کی روشنی نے جہالت کی تاریکیوں کو چھانٹنا شروع کیا اور کفر و وہابیت کے فتوؤں کی وقعت خود بخود ہی کم ہونے لگی۔ جب اس طرح باطل پرستوں کی دوکان پھیکی پڑنے لگی تو دشمنانِ اسلام کے سب سے بڑے ایجنٹ اور ملت کے خود ساختہ مجدد مولوی احمد رضا خانصاحب نے یہ کارروائی کی کہ اکابر علمائے دیوبند کی بعض تصانیف کی بعض عبارات میں قطع برید کر کے اُن سے کفریہ مضامین نکالے اور ایک فتوئے کفر مرتب کر کے، آپ نے حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کیا، وہ حضرات چونکہ حقیقتِ حال سے واقف نہ تھے اس لئے انھوں نے

خانصاحب کے اختراعی مضامین پر کفر کے فتوے سے اتفاق کیا۔ اور خانصاحب موصوف نے اس فتوے کو حسام الحرمین کے نام سے چھاپ کر شائع کر دیا۔ اور پوری پارٹی نے مل کر شور مچایا کہ دیوبند کے علماء کو ہم ہی کافر نہیں کہتے بلکہ علماء حرمین بھی ہمارے ساتھ ہیں، یہ چال بھی کچھ کارگر ہوئی اور ہندوستان کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ اس فریب میں آگیا اور تفرقہ اور پارٹی بندی نے اور زیادہ شدت اختیار کرلی اور باوجودیکہ خانصاحب کی فریب کاری کا حال معلوم ہوجانے کے بعد خود حرمین شریفین کے علماء کرام نے اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کر لیا (دیکھو الشہاب الثاقب و المصدقات) لیکن خانصاحب بریلوی نے اُس کے ذریعہ سے اسلامی ہند میں جو آگ لگائی تھی وہ آج تک نہ بجھ سکی اور اب بھی اس کے شرارے کسی نہ کسی اسلامی بستی میں بلند ہوتے اور مسلمانوں کی جمعیت کو خاکستر بناتے رہتے ہیں۔

مبارک پور، یوپی کے مشرقی اضلاع میں ضلع اعظم گڈھ کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے، یہاں کے مسلمان اپنی دینی حمیت و غیرت، مذہبی جوش و عقیدت میں ہمیشہ ممتاز رہے، ہندوستان میں جب کوئی اسلامی تحریک اٹھی تو انھوں نے پہلی آواز پر لبیک کہا، آج سے تقریباً پچیس سال پہلے ان کے کان رضاخانیت اور دیوبندیت کی آواز سے بالکل ناآشنا تھے اور وہ اتفاق و اتحاد کی اس شاہراہ پر گامزن تھے جن کے آگے بارہا اغیار کو دبنا پڑا۔ لیکن ایک منحوس دن وہ آیا کہ اغیار کے ان ایجنٹوں اور اتحادِ اسلامی کے ان دشمنوں نے اس طرف بھی اپنی توجہات کی باگ پھیری اور یہاں کی مسلم آبادی پر بھی دانت تیز کر دیئے۔ اور کچھوچھہ (ضلع فیض آباد) سے بعض پیشہ ور پیر اور مصنوعی مولوی محدث شاہ دھمکے۔ جن کی ابتداءً قصبہ میں متعدد تقریریں ہوئیں جو اختلافیات سے بالکل دور تھیں۔ لیکن جب معتقدین اور مریدین کی کثرت ہوئی اور اُن کی حرص آمیز نگاہوں نے موقع کو ہموار دیکھا تو اس جدید ملکیت پر دائمی قبضہ جمانے اور مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پھیلانے کی غرض سے آپ نے بریلی کی کفر ساز فیکٹری کے کفری گولے برسانے شروع کر دیئے۔ یا یوں کہئے کہ راستہ صاف کرنے کے بعد آپ نے اپنے آقایانِ نعمت کا حقِ نمک ادا کرنا شروع کر دیا۔

ابتداء میں چونکہ یہاں کی مسلم آبادی حقیقتِ حال سے بالکل ناواقف تھی، اس لئے قریباً تمام قصبہ

ان حامیانِ باطل کے دامِ فریب میں آگیا، اور بہت جلد اُن کی دوکانیں چمک اُٹھیں۔ لیکن بقحوائے "ہکل فرعون موسیٰ" اسی قصبہ سے خداوند قدوس نے اپنے چند سچے حریت پسند، دین کے ہمدرد سنت اور صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے والے، نیک نفس، صداقت پرست بندوں کو کھڑا کردیا، جنہوں نے اللہ کی توفیق سے ان گندم نما جو فروشوں کی ابلہ فریبیوں کا پردہ چاک کردیا۔ اور عامۃ المسلمین کو ان کے کید و مکر سے آگاہ کرکے اُن کے دین و مذہب، عزت و آبرو، مال و دولت کو ان صوفی نما غارتگروں سے بچا لیا۔ اور بحمد اللہ بہت جلد قصبہ و اطرافِ قصبہ کی اکثریت ضلالت کے بھنور سے نکل کر صداقت اور حقانیت کی شاہراہ پر آگئی۔ اور دشمنانِ صداقت کی دوکانیں بالکل پھیکی پڑ گئیں۔

ان ملت فروشوں نے اپنی تجارت کی جب یہ کساد بازاری دیکھی تو اُن کو فکر لاحق ہوئی اور اُنہوں نے ضروری سمجھا کہ یہاں کوئی مستقل اڈا قائم کیا جائے۔ تاکہ کسی وقت ہمارے قدم نہ اُکھڑنے پائیں چنانچہ ایک مکتب کو جو ایک عرصہ سے معمولی حیثیت میں چل رہا تھا عالیشان مدرسہ بنانے کی تجویز ہوئی اور مدرسہ معلوم کیا کیا سبز باغ دکھا کر قصبہ کے بعض عیاش مزاجوں کو اپنے فیور میں کیا گیا۔ مدرسہ کے چندے کے نام پر ہزاروں روپیہ سادہ لوح مریدوں کی جیب سے نکالا گیا۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ شوال ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب میں یارانِ طریقت جمع ہوئے۔ پھر یہ سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب کس طرح منائی گئی؟ — آہ! میں تم کو کیا بتاؤں کس طرح منائی گئی، اور کس طرح ان مدعیانِ ارشاد و ہدایت نے فرعون و ہامان، شداد و قارون کی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کیا۔؟

اللہ اللہ، چاندی کی ایک کڑھائی تیار کرائی گئی، اور چاندی ہی کی کرنی، کڑھائی میں بالائی بجائے مٹی کے گارے کے رکھی گئی اور ان فرشتہ صورت باغیانِ شریعت نے اسی چاندی کی کرنی سے بالائی کا گارا زمین پر بچھایا اور اُس کے اوپر اینٹیں رکھی گئیں۔ اور پھر یہ چاندی کی کڑھائی اور کرنی پیر صاحب کی نذر کردی گئیں یا یوں کہئے کہ انھوں نے خود ہی اپنی نذر کرلیں۔

بہر حال شوال ۱۳۵۲ھ میں یہ سوانگ رچایا گیا۔ اور پیر صاحب چاندی کی کڑھائی اور دوسرے

نذرانے وصول فرماکر رخصت ہو گئے۔

قصبہ کے علماء ربانی محافظین سنت، قامعین بدعت کو جب اس افسوسناک کارروائی کی روداد پہنچی تو انہوں نے اپنے فرض منصبی کے مطابق اس رسم فرعونی وہامانی کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کیا اور جلسۂ عام منعقد کر کے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ پیشہ ور پیر اور جبہ پوش مصنوعی مولوی، مذہبی رہزن اور ترقی یافتہ مہذب ڈاکو ہیں جو ان ہتھکنڈوں سے تمہارے دین وایمان اور دامن دولت پر مکر و فریب سے ڈاکہ ڈالتے ہیں، انہوں نے مدرسہ کے نام پر تم سے چندہ وصول کیا اور مدرسہ میں لگانے کے بجائے انہوں نے اس سے چاندی کی کرسی اور کڑھائی بنائی، اور بجائے سنت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے رسم فرعونی وہامانی کو زندہ کیا، اور وہ کرسی اور کڑھائی بھی خود اینٹھ لی۔ اور اسطرح تمہارے مال پر بھی ڈاکہ ڈالا اور دین وایمان پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔

بات بالکل صاف اور سیدھی تھی بہت سے ان سادہ لوحوں کی سمجھ میں بھی آگئی جو برسوں سے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور خود حلقۂ مریدین میں بھی ارادت وعقیدت کے بجائے نفرت وحقارت پھیلنے لگی۔ ان چالاک اور شعبدہ باز شکاریوں نے جب دیکھا کہ یہ سونے کی چڑیاں اب جال سے نکلا چاہتی ہیں تو خلیج اختلاف وافتراق کو اور زیادہ وسیع کرنے اور علماء اہل سنت کیطرف سے عوام کو بدظن کرنے اور ان کی حقانی آواز کو بے اثر کرنے کیلئے، وہابیت کی توپ اور کفر کی شین گن چلانی شروع کی، اور ساتھ ہی شکارگاہ کو مزید وسعت دینے کی فکر میں ایک کچھوچھوی صاحب نے اردگرد کی بستیوں میں بھی چکر لگانا شروع کیا۔ اس دورہ میں بھی آپ کی تقریروں کا رُخ صرف علماء اہل سنت کی طرف رہتا تھا اور پورا زور انکو کافر و وہابی بنانے پر صرف ہوتا تھا۔ ساتھ ہی نہایت بلند آہنگی کیساتھ مناظرہ کی ڈینگیں ماری جاتی تھیں۔ اسی دورہ کے سلسلہ میں آپ مبارکپور کے قریب کی مشہور بستی "خیرآباد" بھی تشریف لے گئے۔ اور جب آپنے اپنی تقریر میں علماء اہل سنت کے خلاف لعن طعن شروع کیا تو وہیں کے ایک صاحب (مولوی نذیر احمد صاحب) نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیدیا۔ مولوی کچھوچھوی صاحب نے پہلے تو لطائف الحیل سے مناظرہ کی بلا کو اپنے سے ٹالنا چاہا، لیکن جب کوئی مخلص نہ ملا تو

قہرِ درویش برجانِ درویش منظور کرلیا اور مقامِ مناظرہ خود آپ نے "مبارک پور" مقرر کیا۔ ہر قسم کی ذمہ داری آپ کے حکم سے آپ کے ایک خاص آدمی نے اپنے ذمہ لی جو آپ کے دست و بازو اور آپ کی تحریک کفر بازی و مرید سازی کے مبارک پور میں سب سے بڑے علمبردار ہیں۔

مولوی نذیر احمد صاحب خیرآبادی اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض مبارکپوری دوستوں نے پوری دیانتداری کیساتھ مناظرہ کی تیاری شروع کردی۔ لیکن جن بزدلوں کیلئے مناظرہ کا نام موت کا پیغام تھا اُنہوں نے اندر ہی اندر کچھ اور ریشہ دوانیاں شروع کیں، اور جن صاحب نے بڑے زور سے خم ٹھوک کر حفظِ امن وغیرہ کی تمام ذمہ داریاں لی تھیں اُنہوں نے خود مناظرہ کا انجام سوچ سمجھ کر افسرانِ پولیس کے دروازوں پر جبہ سائی اور دیگر مقامی حکام کی کوٹھیوں کا طواف کرنا شروع کردیا۔ اور جب خفیہ کارروائیوں سے کام نہ چل سکا تو آپ نے حاکمِ پرگنہ کے یہاں درخواست دیدی کہ "۱۱ فروری کو مبارک پور میں جو مناظرہ ہونے والا ہے اسمیں نقضِ امن اور فساد کا اندیشہ ہے اور میں کمالاتِ موجودہ تنہا اسکی ذمہ داری نہیں لے سکتا" (ملخصاً)

حکام نے جب دیکھا کہ ذمہ داری لینے والا خود ہی خطرہ محسوس کر رہا ہے اور ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہا ہے تو اُنہوں نے مناظرہ کے متعلق حکم امتناعی جاری فرمادیا۔ اور تاریخ مناظرہ سے پہلے عام طور پر اعلان ہوگیا کہ "اب مناظرہ نہیں ہوگا"

لیکن اہلِ سُنّت اپنے علماء و مناظرین کو تار دے چکے تھے اسلئے اُنکی طرف سے سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی، و رئیس المناظرین عمدۃ الواعظین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری، و مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری ۱۰ فروری کی شام کو تشریف لے آئے۔ اور رضاخانیوں کی شرمناک کارروائی معلوم کرکے وقت کے ضائع ہونے کا ان حضرات کو بیحد افسوس ہوا۔

شاید ناظرین کرام کو معلوم ہو کہ اس سورما جماعت کے نمایندوں کی یہ عام عادت ہے کہ پہلے اشتعال انگیز تقریریں کرتے ہیں اور مناظرہ کا ڈھونگ بھی رچاتے ہیں، لیکن جب شرائطِ مناظرہ

ے ہوجاتے ہیں تو پولیس وحکام سے سرّاً وعلانیۃً طالب امداد ہوتے ہیں اور مناظرہ بند کرلے کے یہ شور مچادیتے ہیں کہ اب کی مرتبہ تو مزا چکھا دیتے لیکن افسوس کہ حکام نے مخالفت کردی اور پھر عین وقت معین پر بمقام مناظرہ کسی فتنہ پرور کو کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ "ہل من مبارز، ہل من مبارز" کے چند بار نعرے لگاکر اپنی جھوٹی فتح کا اعلان کردیتا ہے" اور یہ اس بزدل وکیاد جماعت کی عام عادت ہے۔

چنانچہ خیال کیا گیا کہ شاید یہاں بھی یہ عیار شاطر یہی کھیل کھیلیں۔ اسلئے حضرات علماء اہل سنت نے بھی نہایت خاموش تدبیر سے کام لیا۔ اور یہ طے کرلیا گیا کہ اگر یہ لوگ وقتِ مقررہ پر میدانِ مناظرہ میں کوئی حلبہ کریں تو وہیں پہنچکر چھاپا مارا جائے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا سچا ارشاد ہے

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور الایمان   مومن کی فراست سے بچو وہ اپنے نور ایمان سے حقیقت کا دیکھ لیتا ہے

اللہ کی شان دیکھئے کہ بالکل یہی نقشہ ہوا، رضاخانی ظلمت پسندوں نے رات کی اندھیری میں مقام مناظرہ میں پنڈال بنایا اور منصوبہ گانٹھا گیا کہ صبح کو مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی پورے سازوسامان اور کروفر کے ساتھ یہاں آئیں اور اپنے مجمع میں اعلان کریں کہ دیکھو سنی بھائیو! میں مناظرہ کیلئے حاضر ہوں۔ مگر میرا کوئی حریف نہیں آیا اور بس فتح کا نقارہ بجا دیا جائے اور مولوی سید محمد صاحب کو دولہا بناکر جلوس نکالا جائے اور بس اسطرح بھولے مسلمانوں کو اُلّو بنالیا جائے۔

حذاحذا کر کے صبح ہوئی اور جب کچھ دن چڑھا تو مولوی سید محمد صاحب ایک جلوس کیساتھ میدان مناظرہ کیطرف (دولہے لڑنے کیلئے) روانہ ہوئے، ادہر سائیکل سوار مخبر نے علماء اہل سنت کو اطلاع دی اور ادہر یہ حضرات تیزی کیساتھ اسطرف روانہ ہوئے حسن اتفاق دیکھئے کہ جبوقت رضاخانیوں کے مناظر مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی اس نمائشی مناظرہ میں معہ شان وشکوہ کتابوں کے گٹھر اور سہرے کی ڈالیوں کیساتھ جلوہ افروز ہورہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت فاتح بریلی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی حضرت مولانا ابوالوفا صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میدان مناظرہ میں جا نازل ہوئے!

حقیقت یہ ہے کہ یہ منظر رضاخانیوں کیلئے عجیب قیامت خیز منظر تھا، قصر رضاخانیت کی دیواریں

ہل گئیں۔ مبتدعین کے تمام بے بنائے منصوبوں پر چشم زدن میں پانی پھر گیا اور وہ بوکھلا کر۔ الندیا پولیس گا وظیفہ دہرانے لگے۔ بہارک پور کی رضا خانی جماعت کے صدر محمد امین صاحب نے پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں حکامِ ضلع کو ٹیلیگراف کیا کہ مولوی شکر اللہ صاحب ہمارے جلسہ میں آ گئے۔ حالانکہ حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مدظلہٗ ابتدا ہی سے اس مناظرے سے الگ تھلگ رہے، اور اسی بے تعلقی کے باعث آپ میدان مناظرہ میں بھی نہ پہنچ سکے۔ مگر مبتدعین پر کچھ اسقدر بدحواسی کا عالم چھایا ہوا تھا کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچتے ہی مولوی سید محمد صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ کی تشریف آوری اور ہم لوگوں کی حاضری ایک طے شدہ مناظرہ کے سلسلہ میں ہوئی تھی لیکن وہ جس طرح ملتوی ہوا یا کرایا گیا آپ کے علم میں بھی ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہاں کی پبلک سے قطع نظر ہم اور آپ شرائطِ مناظرہ جانبین کے حفظِ امن کی ذمہ داری کے ساتھ طے کر لیں اور مقامی حکام کو کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہ رہے اور باطمینان مناظرہ ہو سکے تاکہ نزاعی مسائل کسی حد تک سلجھ سکیں اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچ جائے۔

مولوی سید محمد صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا چونکہ میں اس قسم کی گفتگو زبانی نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا آپ کو جو بات کرنی ہو بذریعہ تحریر کیجئے۔ میں جواب دونگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فوراً اسی مضمون کی ایک تحریر دیدی مگر ۴۰ منٹ تک باوجود شدید انتظار کے مولوی سید محمد صاحب نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ رضا خانیت کے صدر، جانبین کے حفظِ امن کے سابق ذمہ دار محمد امین صاحب نائب انسپکٹر کو پولیس کی ایک جمعیت کو ساتھ لیکر میدانِ مناظرہ میں آ پہنچے۔ صاحب موصوف نے آتے ہی یہ حکم نافذ کیا کہ جانبین سے کسی قسم کی کوئی گفتگو تحریری یا تقریری نہیں کی جا سکتی۔ مولوی سید محمد صاحب جو اب تک کسی انتظار میں خاموشی کی تصویر بنے بیٹھے تھے اب اسطرح گویا ہوئے۔ ہم تو فقط جلسہ کرنے کی غرض سے یہاں آئے تھے مگر ان حضرات نے ہمارے مجمع میں آ کر ہم کو مناظرہ کیلئے تحریری چیلنج دیدیا۔ دراصل ہم مناظرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ صرف اپنا جلسہ کرنا چاہتے ہیں، سبحان اللہ کہاں تو نمائشی مناظرہ کا وہ پُرجوش مظاہرہ کہ میدانِ مناظرہ میں کتابوں کا انبار لگا دیا اور کہاں یہ طرزِ گفتگو کہ ہم مناظرہ نہیں کرنا

چاہتے ۔ سچ ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھلانے کے اور۔

بہرحال اللہ دیا پولیس !، الغیاث یا انسپکٹر کا وظیفہ کسی قدر کامیاب ہوا اور نہ معلوم مولوی سید محمد صاحب کے دل نے سب انسپکٹر صاحب کو کتنی دعائیں دیں ۔ اور نائب انسپکٹر صاحب کی اجازت سے اُن کی زیر سایہ آپ نے تقریر شروع کی، مناظر اہل سنت مع اپنی پوری جماعت کے وہاں تشریف فرما رہے، اور اعلان کردیا کہ ہم خاموشی اور امن و امان کے ساتھ تقریر سنیں گے اور اگر کوئی بات غلط بیان کیجائے گی تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے بعد میں سنجیدگی کے ساتھ اُسکی تردید کریں گے ۔

مولوی سید محمد صاحب نے دل تھام کے تقریر شروع کی ۔ اور تقریر میں اگرچہ زیادہ اشتعال انگیزی نہ تھی اور کسی کا نام بھی نہ لیا تھا، مگر پھر بھی آپ نے بہت سی غلط اور بے سروپا باتیں بیان کیں، جب آپ نے تقریر ختم فرمائی تو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سید محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

جناب نے اپنی اس تقریر میں بہت سی چیزیں مذہب اہل سنت کے خلاف بیان کی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں اُن پر روشنی ڈالوں اور امید کرتا ہوں کہ جسطرح ہم اتنی دیر بالکل خاموشی سے سنتے رہے اسی طرح آپ بھی خاموشی سے میری تقریر سنیں گے اور ٹھنڈے دل سے اُسپر غور فرمائینگے

حضرت مولانا کے یہ الفاظ ابھی ختم ہونے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی سید محمد صاحب اپنے حوالیوں موالیوں کو لیکر چلنے لگے اور بس چلتے بنے ۔ اُس وقت کی اُنکی سراسیمگی اور بدحواسی عجب عبرت انگیز اور ساتھ ہی مضحکہ خیز تھی ۔ اور بالکل وہی منظر تھا جسکا نقشہ قرآن پاک کی اس آیت میں کھینچا گیا ہے

کَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ط گویا کہ وہ گدھے ہیں کہ بدکے ہوئے جو شیر کو دیکھکر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں

حضرت مولانا نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اسوقت اسقدر حواس باختہ ہیں تو اعلان فرمایا کہ اچھا اگر اسوقت آپ تیار نہیں تو میں آپ کو رات کیلئے دعوت دیتا ہوں مدرسہ احیاء العلوم میں شب کو بعد نماز عشاء میں تقریر کروں گا اور آپ کی اسوقت کی تقریر کی سنگین غلطیاں بیان کرونگا آپ وہاں تشریف لائیے، ہم آپکو عزت سے بٹھائیں گے، اور اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو جوابی تقریر کا بھی موقعہ دیا جائیگا ۔

مگر انکو انجام کا اندازہ تھا اسلیے وہ نہ آئے ۔ حضرت مولانا نے اپنے اعلان کے مطابق اس موضوع پر ایک بسیط تقر

فرمائی جس نے بہت سے ناآشنایانِ حقیقت کی آنکھیں کھولدیں اور عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مولوی سید محمد صاحب کے عقائد و خیالات قرآن و حدیث اور مسلک اہل سنت سے کسقدر دور ہیں، اور اس روز رات میں بہت سے دام اُفتادہ رضاخانیت سے ہمیشہ کیلئے تائب ہو کر راہِ راست پر آگئے ۔

اس تمام کارروائی نے حقیقت یہ ہے کہ مبارکپور میں رضاخانیت کی کمر توڑ دی ۔ اور رضاخانی مجلسوں میں صفِ ماتم بچھادی ۔ اور کم از کم مبارک پور کے رضاخانیوں نے بھی یہ تو ضرور سمجھ لیا کہ مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی جو آئے دن سینہ تان تان کر مناظرہ کی ڈینگیں مارا کرتے تھے اس میدان کے مرد نہیں اور وہ صرف اُن کے دکھانے کے دانت تھے ۔ اسلئے اب اُنکو چھوڑ کر مولوی حشمت علی صاحب کیطرف صرف ہمت کیگئی ۔ اور سمجھا گیا کہ بس اب وہی ہماری ڈوبی ہوئی لُٹیا کو اُچھالیں گے ۔

ہم بھی منتظر تھے کہ رضاخانیت کے یہ نقیب اعظم دیکھئے یہاں آکر کیا گل کھلاتے ہیں؟ چنانچہ ایک دن آپ بڑے زور شور کے ساتھ تشریف لے ہی آئے، آپ کی تقریر کا اعلان ہوا مگر آپنے وہ شگوفے کھلائے کہ شاید مجدد الشرک و البدعت، خانصاحب بریلوی کو بھی نہ سوجھے ہوں ۔ آپنے بیان فرمایا کہ :-

(۱) ہم خدا کی بندگی کیلئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ۔

(۲) جو رسول کا بندہ نہیں وہ شیطان کا بندہ ہے ۔

(۳) اگر خدا کے بندے بنوگے تو دوزخ کا کھٹکا رہیگا کیونکہ اُس کے پاس دوزخ جنت دونوں ہیں اور اگر صرف رسول اللہ صلعم کے بندے بنو گے تو دوزخ کا کھٹکا نہیں کیونکہ اُن کے پاس صرف جنت ہے

(۴) ابوجہل اور ابولہب خدا کے بندے بنے مگر دوزخ میں گئے اور ابوبکر و عمر رسول کے بندے بنے اسلئے جنت میں گئے ۔

(۵) نماز اسطرح پڑھو کہ منہ ہو قبلہ کیطرف اور دل جھکا ہو مدینہ کیطرف اور از اول تا آخر نماز میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تصور ہو ۔

اس خالص مشرکانہ تقریر کا یہ اثر ہوا کہ خود رضاخانی جماعت کے بعض افراد لاحول پڑھکر اُٹھ کھڑی

ہوئے اور جو ان میں بھی بندگانِ خدا اور بندگانِ رسول کی تفریق شروع ہوگئی، اور ہر حامی سنت ماحیٔ بدعت حضرت مولانا شکر اللہ صاحب نے تحریراً و تقریراً اس شرکانہ عقیدے کی دھجیاں اڑائیں اور عام لوگوں کو رضا خانیت کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

بالآخر رضا خانیوں نے جب اس میدان میں بھی منہ کی کھائی اور مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر کا خود عوام مبتدعین پر یہ اثر پڑا تو آپ نے اپنی عادت ِ مستمرہ کے مطابق اپنی خصوصی مجالس میں اپنے ہوا خواہ مفسدہ پردازوں کو فتنہ و فساد کی تلقین کی جیسا کہ اسکے قبل بارہا اورئی (ضلع اعظم گڈھ) اور نگون وغیرہ وغیرہ میں آپ یہ سبق پڑھا کر مسلمانوں میں سر پھٹول کرا چکے ہیں۔ چنانچہ آپکی روانگی کے چند ہی روز بعد ان مفسدہ پردازوں کی ایک جماعت نے غیر معمولی فتنہ و فساد کا مظاہرہ کیا۔ اور معاملہ عدالتی کارروائی تک پہنچا، مگر حاکمِ پرگنہ جناب ڈپٹی غضنفر علی صاحب اور چند بہی خواہ مسلمانوں کے حسنِ خلوص سے یہ معاملہ درہم برہم ہوگیا اور جانبین نے عدالت میں اس قسم کا دستخطی صلحنامہ پیش کر دیا کہ آئندہ ہم کبھی ایک دوسرے کے خلاف کوئی ایسی تقریر نہ کریں گے جو باہمی منافرت کا باعث ہو۔ چنانچہ اس صلحنامہ پر کامل سکون کے ساتھ ایک سال تک برابر عمل ہوتا رہا (اور وقتی مصالح کا اقتضا بھی یہی ہے۔ ملکی حالات کا مطالعہ کرنیوالے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دورِ پرآشوب میں مسلمانوں کو یکجہتی اور اتحاد و اتفاق کی کتنی ضرورت ہے) لیکن جیسا کہ عامۃ المسلمین کو معلوم ہے کہ خاموشی اور سکوت رضاخانی جماعت کیلئے دراصل موت کا پیغام ہے، اسلئے مجبوراً اس نے اس خوابیدہ فتنہ کو جگانے کی پھر کوشش کی ــــ

چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر مدرسہ مصباح العلوم (مبارک پور) کے صدر مدرس مولوی عبدالعزیز صاحب بھوجپوری نے حال ہی میں ایک کتاب مسمی "المصباح الجدید" شائع کی جسمیں نعوذ باللہ علمائے اہل سنت حضرات اکابر دیوبند پر نہایت ناپاک و شرمناک بہتان طرازی کیگئی ہے اور قریب قریب تمام انہیں عنوانات کے اعادہ کی بیجا کوشش کی گئی ہے جو اس طبقہ کے مجدد اعظم مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کیلئے پہلے سے مقدر ہو چکی تھیں، پوری کتاب میں مرشد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (مصنفہ حضرت شیخ الہند رح) وعباراتِ حفظ الایمان و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ وغیرہ سے پورے تیس ۳۰ حوالے نقل کئے گئے ہیں

اور اُن کے غلط مطالب اپنے ذہن سے تراش کر انتہائی بیباکی سے انہیں خود تراشیدہ مضامین کو علمائے دیوبند کا عقیدہ قرار دیا گیا ہے۔

مراد آباد کے دورانِ قیام میں مجھے میرے ایک عزیز نے اسکی اطلاع دی۔ اور "الصباح الجدید" بھی بھیجدی۔ ساتھ ہی ساتھ لکھ بھیجا کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کو اپنی ان مجرمانہ خیانتوں کی لاجوابی پر بہت ناز ہے۔ اور متبدعین اس گندگی کو اُچھالنے میں انتہائی سرگرمی سے کام لے رہے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ اسکا جواب لکھدیں تو بہت بہتر ہو تاکہ سادہ لوح مسلمان "الصباح" کی مغالطہ اندازیوں سے بچ جائیں

اگرچہ "الصباح الجدید" کی "علمی تحقیقات" اور اُسکے "قابل و فاضل" جدید مصنف کی "دماغی و ذہنی کاوشیں" اسکی مقتضی تھیں کہ اس قابلِ رحم مصنف کو چند دعائیہ جملے لکھکر اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن عام مسلمانوں کو ان دشمنانِ صداقت کی ابلہ فریبیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے میں نے ضروری سمجھا کہ "الصباح الجدید" کا جواب لکھکر اسکے تجدید مصنف کی اُن تمام بددیانتیوں کو بے نقاب کر دوں جو اس باطل پرست جماعت کا طغرائے امتیاز ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس جماعت کے وہ گھنونے اور نجس خیالات و عقائد بھی پیش کر دوں جو ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ میری یہ کتاب دو بابوں پر منقسم ہوگی۔ باب اول میں ان تیس اعتراضات کے مفصل اور مدلل نمبروار جوابات ہونگے جو "الصباح الجدید" میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور بابِ دوم میں رضاخانیوں کے وہ عقائدِ باطلہ ہم پیش کریں گے جو اُن کے گندے لٹریچر میں موجود ہیں۔

برادرانِ اسلام سے گذارش ہے کہ وہ نہایت عدل و انصاف کے ساتھ تعصب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہوکر ان اوراق کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ علمائے دیوبند کے عقائد بالکل وہی ہیں جو تمام اسلاف اہلسنت کے تھے اور اُن کی عبارات ان ناپاک بہتانات سے بالکل پاک ہیں جو حامیانِ باطل اُنکی جانب منسوب کرتے ہیں۔ البتہ بابِ دوم کو دیکھکر ناظرینِ کرام خود فیصلہ فرمالیں گے کہ عشقِ رسالت کے جھوٹے مدعی، قبروں پر جھکنے والے، قوالیوں اور عرسوں میں ناچنے والے ڈھولک اور طبلے پر تھرکنے والے اور ہاں اپنے آپ کو بندگانِ خدا کے بجائے عبادالرسول کہنے والے کن ناپاک گھنونے، اور باطل عقائد کے حامل ہیں۔

واللہ ولی التوفیق وھو المولیٰ ولنعم النصیر۔

بابِ اوّل

در جواب اعتراضات رسالہ "المصباح الجدید"

نمبر ا ۔ معترض صاحب کا پہلا اعتراض شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل شعر پر ہے جو حضرت مرحوم نے اپنے مرشد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ میں کہا ہے ؎

خدا اُن کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اسپر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کو مربی خلائق لکھا گیا ہے جو رب العٰلمین کے ہم معنی ہے!

پرائمری اسکولوں کے چھوٹے چھوٹے بچے معترض صاحب کی اس اُردو دانی کی داد دیں، آپ کے نزدیک "مربی خلائق" "رب العالمین" کے ہم معنی ہے، اور کسی کو مربی کہنا گویا اُسکی خدائی کا اقرار کرنا ہے۔ معترض صاحب اگر در حقیقت آپنے اپنی قابلیت سے یہی سمجھا ہے تو اُردو اسکول کے کسی بچے سے دریافت کیجئے وہ آپکو بتلائیگا کہ اُردو محاورات میں "مربی" کن کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور اگر دریافت کرنے سے عار ہو تو ہم ایک اُردو لغت کا پتہ بتائے دیتے ہیں، دیکھئے نور اللغات جلد ۴ صفحہ ۱۵ جسمیں مرقوم ہے کہ مربی سرپرست کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی سوچا ہوتا کہ مربی "تربیت" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اُردو میں ماں باپ کی سرپرستی اتالیق یا شیخ کی تعلیم و تادیب کو عام طور پر تربیت کہا جاتا ہے قرآن مجید میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے
وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔ اے انسان، اپنے والدین کے حق میں خدا سے دعا کر کہ اے پروردگار، تو اُن پر رحم فرما جیسا کہ اُنہوں نے میری "تربیت" کی جبکہ میں چھوٹا بچہ تھا

رضاخانی ملت کے نئے مفتی مولوی عبدالعزیز صاحب لگائیں قرآنِ عزیز پر بھی ...... فتویٰ

کیونکہ اس آیت میں والدین کو اولاد کا مربی کہا گیا ہے۔ اور آپ کے نزدیک مربی " بالکل رب العالمین کے ہم معنٰی ہے ؎

گر یہی تعبیری حضرت والا ہو گی تار و پودِ پدری سب تہ و بالا ہو گی

افسوس! رضاخانیوں کے اس فاضل کو اُردو محاورات بھی بتلانے کی ہم کو ضرورت پڑتی ہے۔ غور تو کیجئے! مولٰنا مرحوم کے مذکورہ بالا شعر کا مطلب بالکل صاف یہ تھا کہ مولانا گنگوہیؒ مخلوق کے روحانی سرپرست اور ان کے لئے دینی نگراں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تعلیم و تربیت سے بہت سے بدعتیوں کو سُنی، مشرکوں کو موحد، قبر پرستوں کو خدا پرست بنا دیا۔ اور جو لوگ مخلوق کے آستانوں پر جبہ سائی کر رہے تھے اُن کو وہاں سے اُٹھا کر ربِ کعبہ کی بارگاہِ جلال میں جھکا دیا۔ لیکن یہ سیدھا اور صاف مطلب مولوی صاحب کی سمجھ میں نہ آیا۔ اور غضب یہ کہ اسی شعر میں مولٰنا نے حضرت گنگوہیؒ کو "شیخ ربانی" لکھا ہے۔ جس کے معنٰی " اللہ والے اور اللہ کے سچے بندے" کے ہیں۔ مگر اس کے باوجود معترض صاحب کو یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی کہ اس شعر میں مولانا رشید احمد صاحب کو "رب العالمین" کہا گیا ہے۔

نمبر ۲:۔ دوسرا اعتراض اسی مرثیہ مذکور کے اس شعر پر ہے ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اعتراض یہ ہے کہ اسمیں مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھایا گیا ہے!

ہم پھر افسوس کیساتھ عرض کرتے ہیں کہ جو شخص اُردو محاورات اور ادبی تشبیہات سے اسقدر نابلد ہو اسکو تصنیف کے میدان میں قدم رکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ جس شخص کو اُردو زبان یا عربی ادب سے کچھ بھی واقفیت ہو وہ جانتا ہے کہ موت و حیات اور مرنے اور جینے کا استعمال ہدایت و گمراہی اور ترقی و پستی کیلئے بھی ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (الآیۃ) کیا جو مردہ تھا پس ہم نے اسکو زندہ کر دیا الخ

دوسری آیت میں ہے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ تا کہ جو ہلاک ہونا ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل زندہ رہے

ان دونوں آیتوں میں موت وحیات اور ہلاکت وزندگی سے ہدایت وگمراہی مراد ہے۔
اردو محاورات میں بھی بولا جاتا ہے کہ فلاں قوم زندہ ہے اور فلاں قوم مردہ ہوگئی اور اسکا مطلب یہی ہوتا ہے کہ فلاں قوم اچھی حالت میں ہے اور فلاں قوم خراب حالت میں۔
مرثیہ کے اس شعر میں بھی موت وزندگی سے یہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ مولانا گنگوہی نے بہت سے ان گمراہوں کو جو اپنی روحانی زندگی برباد کر چکے تھے ہدایت یاب کردیا اور جو لوگ ہدایت یافتہ تھے ان کو گمراہی کی موت سے بچا لیا۔ دوسرے مصرعہ میں اسکی تمنا کی گئی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم جو احیاء موتیٰ کا معجزہ لیکر تشریف لائے تھے کاش وہ سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ امتی اور آپ کے غلام غلامان کے اس فیض کو ملاحظہ فرمائیں اور خوش ہوں۔
ناظرین غور فرمائیں کہ اس سے کسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ مولانا مرحوم کی مساوات یا آپ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آؤ اب ہم ایک ایسا شعر تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں جس میں رضاخانی امت کے ایک فرزند نے اپنے بانی مذہب خانصاحب بریلوی کو صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھایا ہے۔ ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۲۵

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا

اس شعر کا صاف مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل سے تو صرف بیمار ہی شفا پاتے تھے اور ہمارے اعلیٰحضرت کی رفتار اور ان کے قدموں کی ٹھوکروں سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔
فرمایئے اصباح جدیدہ کے مصنف ومولف جناب مولوی عبد العزیز صاحب اس رضاخانی بھائی کے متعلق کیا ارشاد ہے اور پھر جن لوگوں نے اسکو چھاپکر شائع کیا ان سب کے متعلق کیا فتوی ہے۔ اور بقول آپ کے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپکے اعلیٰحضرت کی افضلیت ثابت کرنیکی وجہ سے یہ سب مادح، طابع وناشر وغیرہ وغیرہ آپ کے کفر فتوے سے بچ سکتے ہیں؟

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

نمبر ۳۔ تیسرا اعتراض مولانا کے اسی مرثیہ کے اس شعر پر ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں　　　عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

معترض صاحب اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خداوند تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے بندہ حسین و جمیل یوسف علیہ السلام ہیں مگر گنگوہی رشید احمد صاحب کے کالے کالے بندے ہی یوسف ثانی بنا دئے!"

ہم حیران ہیں کہ معترض صاحب کی قابلیت و دیانت کے متعلق کیا رائے قائم کریں کیا اس بیچارے کو یہ معلوم نہیں کہ عبید عبد یعنی غلام کی جمع ہے۔ اور کیا اس مسکین کو یہ بھی خبر نہیں کہ اردو محاورات میں یوسف ثانی کے معنی صرف حسین و جمیل کے ہیں شعراء اردو کے سینکڑوں اشعار اس قسم کے پیش کئے جا سکتے ہیں جنہیں وہ یوسف ثانی بولکر حسین و جمیل مراد لیتے ہیں۔ یہاں ہم صرف ایک شعر بحر لکھنوی کا لکھتے ہیں ؎

کشورِ حسن میں رتبہ ہے یہ عالی تیرا　　　نام مشہور ہوا یوسفِ ثانی تیرا

بہرحال اردو محاورات میں یوسف ثانی کے معنی حسین و جمیل کے آتے ہیں اور یہی مرثیہ کے اس شعر میں مراد ہیں اور مطلب حضرت شیخ الہند کا اس شعر سے یہ ہے کہ مولانا گنگوہیؒ کے خدام چونکہ مولانا کے فیض تربیت سے بہرہ یاب ہو کر واصل الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اسلئے باوجودیکہ ان میں سے بعض کا رنگ بلالی تھا لیکن پھر بھی ذکر الٰہی کی برکت سے ان کے چہرے چمکتے تھے اور وہ نورانی آنکھیں رکھنے والوں کو حسین و جمیل نظر آتے تھے یہانتک کہ ان کو اس حسن و جمال کی وجہ سے یوسف ثانی کہدیا جاتا تھا۔

بہرحال ایک اردو داں کیلئے مولانا کے اس شعر کا مطلب تو بالکل صاف ہے اور اسمیں ہرگز مولانا گنگوہیؒ یا آپکے خدام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مرتبہ نہیں تبلایا گیا۔ لیکن مصباح جدید کے مصنف جدید اپنے اس مذہبی برادر کے متعلق کیا فرمائیں گے جو آپکے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کے متعلق لکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ انوار الصوفیہ بابتہ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۹۰ ؎

بظاہر مرصع بباطن مجلّٰی　　　تو ہم نکہت حرفِ خدا بن کے آیا

خدا کچھ میں دیکھا تجھ میں پایا　　　تو آئینہ ہر ضیا بن کے آیا

قلم اٹھائیے اور ایسے بدلگاموں کے منہ میں پہلے کفر کی لگام دیجئے۔

نمبر ۴ - چوتھا اعتراض اس شعر پر ہے - ۵

زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعل ہبل شاید   اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

معترض صاحب نے اسپر اعتراض کرتے ہوئے تو ساری قابلیت ہی ختم کر دی، آپکا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہیؒ کو خدا کا ثانی کہا گیا ہے (جل جلالہٗ)

رضاخانیو! اپنے اس نئے مصنف کو ذرا داد تو دو، واللہ کیا نئی بات پیدا کی ہے، بریلی والے خانصاحب بھی قبر میں پھڑک گئے ہونگے۔ غور تو کیجیے دوسرا مصرعہ شعر کا یہ تھا - "اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی" اس کا مطلب رضاخانیوں کے اس فاضل اجل نے یہ لیا کہ خدا کا ثانی عالم سے اُٹھ گیا، معلوم ہوتا ہے کہ رضاخانی مذہب میں خدا بھی عالم سے اُٹھ جاتا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ -

ایک معمولی اُردو داں بھی جانتا ہے کہ اُردو محاورات میں بانیٔ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے اگرچہ اس لفظ کے اصلی اور حقیقی معنی کے لحاظ سے اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر ہونا چاہئے، لیکن اُردو محاورہ میں بطور مجاز کے یہ اطلاق شائع ذائع ہے اور برابر اُردو نظم و نثر میں آنحضرت صلعم کو بانیٔ اسلام لکھا جاتا ہے جس کے صدہا شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں مگر معترض صاحب اس محاورہ سے بالکل ناواقف ہیں یا محض اعتراض کو سنگین کرنے کے لئے ناواقف بن رہے ہیں

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ   وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

بہرحال یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شعر میں بانیٔ اسلام سے رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس مراد ہے اور لفظ ثانی بھی اس شعر میں مماثل یا مانند کے معنی میں مستعمل نہیں۔ بلکہ یہاں وہ دوم اور دوسرے کے معنی میں مستعمل ہے، اور یہی اسکے اصلی معنی ہیں اور اُردو محاورات میں بھی لفظ ثانی کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے - ملاحظہ ہو نور اللغات جلد دوم صفحہ ۲۹۵ محسن کہتا ہے ع "جس کا اول نہیں اُسکا ثانی" اس مصرعہ میں ثانی یعنی دوم ہی مستعمل ہے -

مرثیہ کے اس شعر میں مولانا مرحوم نے عہد نبوت کے ایک خاص واقعہ کیطرف اشارہ کیا ہے - واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب بعض مسلمانوں کی ایک کوتاہی کیوجہ سے لشکر اسلام کو شکست ہوگئی تو شیطان نے کفار کے لشکر کو خوش کرنے کیلئے ایک نعرہ لگایا: "الا ان محمداً قد قتل" خبردار ہو جاؤ کہ محمد قتل کر دئے گئے - خاکش بدہن

ابوسفیان جو اس وقت لشکر کفار کا سردار تھا اس نے اس خبر کو سنکر نعرہ لگایا ”اعل ھبل، اعل ھبل“ ہمارے معبود ہُبل کا نام اونچا ہو، ہمارے دیوتا ہبل کا نام اونچا ہو“

مولانا شیخ الہند نے اس شعر میں اس تخیل کو ادا کرنا چاہا ہے۔ کہ

”اہل باطل کیطرف سے جسطرح اعل ھبل کے نعرے اُسوقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ ناپاک خبر اُڑائی تھی، اُسی طرح آج اُن اہل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں وغیرہ کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی اور واقعہ پیش آگیا اور کوئی حامی سنت ماحی بدعت شاید اس عالم سے اُٹھ گیا کہ یہ باطل پرست اسی کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگارہے ہیں“

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اس خاص معاملہ میں پہلے تھے اور حضرت مولانا گنگوہیؒ دوسرے ہوئے، بہر حال مولانا کے اس شعر کا مطلب بس یہی ہے اور اسکی نظیر غالب کا یہ شعر ہے۔ ؎

دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی   میرزا یوسف ہے غالب یوسفِ ثانی مجھے

اس شعر میں بھی ایک خاص واقعہ کیطرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالدیا تھا جسکے بعد زندگی کی کوئی اُمید نہیں کیجاسکتی تھی لیکن حق تعالیٰ نے ایسے اسباب مہیا فرمادیئے کہ آپ صحیح وسالم رہے اور مدت دراز کے بعد شفیق والدین اور بھائیوں سے ملنا بھی نصیب ہوگیا۔ اسی طرح میرزا غالب کو بھی اپنے بھائی میرزا یوسف کی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی، لیکن خدا نے پھر ان کو زندگی دیدی مذکورہ بالا شعر میں اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے اور غالب کے اس شعر کا یہی مطلب ہے کہ حق تعالیٰ نے ہماری مایوسیوں کے بعد از سرِ نو ہمارے بھائی یوسف کو زندگی عطا فرمائی۔ اس لحاظ سے میرا بھائی یوسف دوسرا یوسف ہے جس کو مایوسی کے بعد زندگی ملی — وہ جسطرح اس شعر میں ایک خاص وصف کا اندر میرزا یوسف کو یوسف ثانی یعنی دوسرا یوسف کہا گیا ہو۔ اسی طرح حضرت شیخ الہند نے ایک خاص معاملہ میں مولانا گنگوہیؒ کو بانی اسلام کا ثانی یعنی دوسرا کہا ہے۔ اب صرف یہ سوال رہجاتا ہے کہ اس معنی کے اعتبار سے کسی اُمتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ تو واضح ہے کہ اس معنی کی لحاظ سے اُمتی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہنا، بلکہ

آنحضرت صلعم کو کسی اُمتی کا ثانی کہنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس ثانویت میں مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ اسمیں صرف عددی نمبر کا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلعم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ثانی کہا گیا ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ

اذ اخرجه الذین کفروا ثانی	جبکہ آپ کو (رسول اللہ صلعم کو کفار نے) نکالا کافروں نے جبکہ آپ دو کے
اثنین اذ هما فی الغار	دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر دوسرے آپ) جب وہ دونوں غار میں تھے

اور اسی واقعہ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر صحابی حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شعر میں صدیق اکبر رضؓ کو حضورؐ کا ثانی بھی کہا ہے ۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد   طاف العدو به اذ صاعد الجبلا

علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب حضرت حسان رضؓ سے یہ شعر سنا تو آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا ۔ "صدقت یا حسان ھو کما قلت" حسان تم نے بالکل ٹھیک کہا حقیقت در ابو بکرؓ ایسے ہی ہیں ۔ نیز حضرت حسان ہی کا ایک دوسرا شعر ہے اسمیں بھی آپ نے صدیق اکبر رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا ہے ؎

والثانی التالی المحمود مشهده   واول الناس ممن صدق الرسلا

اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ توبہ کی مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

دل هذه الاية علی فضل ابی بکر رضی اللہ	یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت
عنه من وجوه...... الرابع انه تعالیٰ سماه	پر بچند وجوہ دلالت کرتی ہے ..... اُن میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ
ثانی اثنین فجعل ثانی محمد علیه السلام	حق تعالیٰ نے اسمیں آپکو ثانی اثنین کہا ہے ۔ پس
حال کونه فی الغار والعلماء اثبتوا انه	بحالت رفاقت غار آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
رضی اللہ عنه کان ثانی محمد صلی اللہ	ثانی قرار دیا ہے اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ
علیه وسلم فی اکثر المناصب الدینیة	بہت سے دینی مراتب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ
(تفسیر کبیر صفحہ ۳۳ ج ۴)	علیہ وسلم کے ثانی تھے ۔

بہر حال قرآن مجید کی آیت اور حضرت حسانؓ کے اشعار اور رسول اللہ صلعم کی تصدیق اور پھر امام فخر الدین رازیؒ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ "ثانی" کے اس معنی کے لحاظ سے حضور کے ایک اُمتی کو بھی آپکا ثانی کہا جا سکتا ہے اور کہا گیا ہے، اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس معنی میں چونکہ مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا اسلئے افضل کو مفضول کا اور مفضول کو افضل کا ثانی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ یوں کہا جائے کہ .... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں قاب قوسین کے مرتبہ پر پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا بس ایک آپ دوسرا حق تعالیٰ۔ یا اس کے برعکس یوں کہا جائے کہ ..... ایک بس اللہ تھا اور دوسرا اُسکا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسی معنی کے لحاظ سے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کو رابع اور سادس یعنی چوتھا اور چھٹا بھی کہا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ الخ۔

کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمان کی ساری کائنات کا علم ہو۔ جہاں بھی تین شخص سرگوشی کرتے ہیں وہاں چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اور جہاں پانچ شخص ملکر کانا پھوسی کرتے ہیں وہاں چھٹا خدا ہوتا ہے

ملاحظہ فرمائیے! ان آیات میں حق تعالیٰ کو رابع، سادس وغیرہ کہا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب یہ الفاظ ثانی، ثالث، رابع، خامس وغیرہ عددی نمبر کیلئے مستعمل ہوں تو اُن میں مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ پس مولانا شیخ الہندؒ نے اپنے شعر میں چونکہ ثانی عدد کے اعتبار سے استعمال کیا ہے اور اُس کے معنی دوم اور دوسرے کے ہیں۔ لہٰذا اس سے مرتبہ کی برابری یا کمی بیشی لازم نہیں آتی۔

اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ اس شعر میں لفظ ثانی حیثیت ہی کیلئے استعمال کیا گیا ہے جب بھی اعتراض نہیں پڑ سکتا کیونکہ تشبیہ آپکے مرتبہ اور منصب میں نہ ہوگی۔ بلکہ اس خاص حیثیت سے تشبیہ مُراد ہوگی کہ جسطرح شیطان کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سنکر مشرکین عرب نے خوشی کے نعرے لگائے تھے۔ اسی طرح مولانا گنگوہیؒ کی وفات پر مبتدعین و مشرکین ہند نے خوشیاں منائیں اور مسرت کے ترانے گائے اور اس قسم کی جزئی تشبیہ خود کلام الٰہی میں موجود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — اے رسول آپ کہدیجئے کہ میں ایک بشر ہوں مثل تمہارے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنّی انسیٰ کما تنسون (او کما قال) مجھ کو بھی بھول ہوتی ہے جیسے کہ تم کو بھول ہوتی ہے

نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنّی اوعك کما یوعك رجلان منکم (او کما قال) مجھ کو اتنا بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو

غرض اس قسم کی جزئی تشبیہات قرآن شریف اور احادیث مقدسہ میں بکثرت موجود ہیں۔ پس اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے شعر میں لفظ ثانی تثلیث کیلئے ہے جب بھی چونکہ یہ تشبیہ جزئی اور ایک خاص حیثیت سے ہوگی اسلئے اسپر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔

لیکن ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے آپکے بھائی بندوں نے تو آپ کے بانیٔ مذہب مولوی احمد رضا خانصاحب کی تعظیم کو بعینہٖ رسول اللہ صلعم کی تعظیم اور اُن کی قبر کی چادر کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو وصایا اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۶، ۳۲

تیری تعظیم ہے سرکارِ عربؐ کی تعظیم تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا

نائبیت یہ چاہتی ہے کہوں سیّدِ دوسرا کی چادر ہے

کہئے ان گستاخوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو تشبیہ ہی نہیں دے رہے ہیں بلکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تعظیم کو عین تعظیم حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی قبر کی چادر کو نعوذ باللہ بعینہٖ رسول اللہ صلعم کی رداۓ مبارک (چادر) بتلا رہے ہیں۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نمبر ۵ پانچواں اعتراض معترض صاحب کا اس شعر پر ہے۔

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

معترض صاحب کی سمجھ میں یہ آیا کہ کعبہ میں پہنچکر گنگوہ کا رستہ کیوں پوچھا جا سکتا ہے۔ ہم اگر سمجھائیں تو شاید آپ نہ سمجھ سکیں، اسلئے ہم عالم ارواح سے آپکے اعلیحضرت کو طلب کرتے ہیں۔ دیکھئے! ہاں باطن کی آنکھوں سے دیکھئے! خانصاحب وہ تشریف لائے اور اب دیکھئے وہ آپ کو بھی اس شعر کا مطلب سمجھائے دیتے ہیں کان لگا کر سنئے اور پہچانئے کہ آپکے خانصاحب ہی بول رہے ہیں یا کوئی اور۔ ناظرین کرام خانصاحب کی ذیل کی تقریر سنیں۔ دیکھو وہ آواز آئی آپ فرما رہے ہیں۔

"سبع سنابل شریف میں ہے ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا، جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کیطرف رُخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے کہا اسوقت قبلہ کو مُنہ کرتے ہیں۔ فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو مُنہ کر لیا ہے!

خانصاحب بریلوی سبع سنابل سے اس واقعہ کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:-

"اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے رُوح کا"

(ملفوظات اعلحضرت حصہ دوم مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

خانصاحب کی اس تقریر کی روشنی میں شیخ الہندؒ کے شعر کا یہ مطلب ظاہر ہو گیا کہ کعبہ جو قبلۂ اجسام تھا، ہم وہاں گئے اور حق حاضری ادا کیا۔ اسکے بعد سینہ میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اُس کے بُجھانے کیلئے شیخ طریقت، بقول خانصاحب قبلۂ ارواح کی ضرورت ہوئی اور ہم اُسکی تلاش میں چل پڑے۔ ہم نے تو آپکے اعتراض کا جواب دیدیا بلکہ آپکے اعلحضرت خانصاحب کی زبان سے دلوا دیا، لیکن اب ذرا اپنے اُس مذہبی بھائی کی نبض دیکھئے جو آپ کے امیر ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب کی شان میں کہتا ہے ۔

ترا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرم ہے ۔ تری بارگاہ ہے وہ بارگہ جو قبلہ گاہِ انام ہے

(رسالہ جماعت امرتسر بابتہ جون ۱۹۲۳ء صفحہ)

نمبر ۶۔ چھٹا اعتراض مرثیہ کے مندرجہ ذیل شعر پر ہے -

حوائج دین و دنیا کے کہاں لیجائیں ہم یا ربّ ۔ گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

معترض صاحب کا اسپر یہ اعتراض ہے کہ اسمیں مولانا گنگوہیؒ کو قبلۂ حاجات کہا گیا ہے، پھر اسپر رنگ چڑھانے کیلئے معترض صاحب نے فتاوی رشیدیہ سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ "غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے"

بیشک اللہ کے سوا کسی دوسرے سے اپنی حاجتیں طلب کرنا اور مدد مانگنا تمام مسلمانوں کے نزدیک منافی توحید ہے۔ لیکن اس سے وہ حاجتیں مُراد ہیں جو عادۃً انسانی طاقت سے باہر ہوں جیسے کسی سے لڑکا لڑکی مانگنا۔ بچہ کیلئے زندگی طلب کرنا، یا اہل قبور سے رزق مانگنا، یا اُن سے مقدمہ میں کامیاب کردینے

کی درخواست کرنا وغیرہ وغیرہ۔ غرض جو شخص ایسی حاجتیں غیر اللہ سے طلب کرے وہ ہمارے نزدیک توحید کا باغی ہے۔ لیکن وہ حاجتیں جو عادۃً انسانوں سے متعلق ہیں، جیسے نوکر کا آقا سے تنخواہ مانگنا، آقا کا ملازم سے کھانا طلب کرنا۔ شاگرد کا اُستاد سے پڑھنا۔ مرید کا پیر سے استفادہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ چیزیں زندگی میں انسانوں سے طلب کی جاسکتی ہیں اور کیجاتی ہیں۔ لیکن جو شخص یہ سمجھے کہ یہ اس استعانت بغیر اللہ میں داخل ہے جسکو شریعت میں شرک کہا گیا ہے وہ جاہل ہے بلکہ پاگل ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اُسکو سیدھا بریلی کے پاگل خانہ میں بھیجدیا جائے۔

بہرحال اہل سُنت جن حاجات کو کسی سے طلب کرتے ہیں۔ وہ وہی ہیں جنکا تعلق اللہ نے انسانوں سے کردیا ہے اور انہیں کا ذکر حضرت شیخ الہند اپنے اس شعر میں کر رہے ہیں اور مطلب شعر کا یہ ہے کہ جس مرشد سے ہم اُمورِ روحانیہ وجسمانیہ میں استفادہ کیا کرتے تھے، افسوس! وہ اس دُنیا سے چلا گیا۔ اگر معاذ اللہ مولانا شیخ الہند ان لوگوں میں سے ہوتے جو مُردوں سے بھی مدد مانگتے ہیں۔ (حالانکہ خدا نے ہماری ضرورتیں اُن سے وابستہ نہیں کیں)، تو مولانا اس پر افسوس نہ کرتے۔ بلکہ رضا خانی قبر پرستوں کی طرح مولانا گنگوہی کی وفات کے بعد اُن کے مزار پر جاکر اپنی حاجات عرض کرتے۔

اُمید ہے کہ ہمارے اس تھوڑے سے بیان سے اہل سنت کی موحدانہ حاجت طلبی اور رضا خانیوں کی مشرکانہ حاجت طلبی کا فرق واضح ہوگیا ہوگا۔

عربی کی ایک مثل ہے "تعرف الاشیاء باضدادھا" جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا پورا امتیاز اُسکی ضد کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اسلئے ہم چند رضا خانیوں کے وہ اشعار نقل کرتے ہیں جن سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف مولوی احمد رضا خانصاحب کو دونوں جہان میں اپنا حاجت روا اور مشکلکشا سمجھتے ہیں اور اُن کا اعتقاد ہے کہ دین ودنیا میں جو کچھ ہم کو ملتا ہے وہ صرف اعلیٰ حضرت ہی سے ملتا ہے۔ دیکھئے ایک عقیدتمند فرماتے ہیں ؎

دین ودنیا میں مری بس آپ ہیں ۔۔۔ میں ہوں کسکا؟ آپ کا احمد رضا!

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا ۔۔۔ جو دیا تم نے دیا احمد رضا!

دونوں عالم میں ہو تیرا آسرا ہاں مدد فرما شہا احمد رضا!

(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۳۷ و ۴۰)

ایک دوسرے فدائی کی دہائی سنئے!

کس سے کریں فریاد فدائی مالک مولی تیری دہائی تیرے سوا ہے کون ہمارا حامی سنت اعلیٰحضرت!

(باغ فردوس صفحہ ۲۳)

ہاں ذرا ایک حاجتمند کی چیخ و پکار اور سنتے جائیے!

ملنے میں ہے دیر کیا ہاتھ کرم کو اٹھا اے ہر سے حاجت روا حضرت احمد رضا!

(مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۳)

کہئے! اب جناب کو معلوم ہوا فرق کہ اہلسنت اپنی صرف ان حاجتوں کا تعلق انسانوں سے رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار میں دی ہیں وہ بھی صرف جیتے جی۔ جیسا کہ شیخ الہندؒ کے شعر سے ظاہر ہے اور رضا خانی حضرات اپنی تمام حاجتیں صرف خانصاحب ہی سے مانگتے ہیں اور انہیں کو حاجت روا سمجھتے ہیں جو یقیناً منافی توحید ہے اہل سنت اور اہل بدعت کے رویہ میں یہی فرق عظیم ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر، شیر

شیر آں باشد کہ مردم را خورد شیر آں باشد کہ مردم مے خورد

نمبر ۷:۔ ساتواں اعتراض اس پر ہے کہ مولانا گنگوہیؒ کو اس مرثیہ کی لوح پر ۔ مخدوم الکل مطاع العالم لکھا گیا ہے۔

معترض صاحب کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب سارے عالم کے مخدوم ہیں اور سارا عالم انہیں کی اطاعت کرتا ہے۔

معترض صاحب نے اعتراض کی وضاحت میں کچھ زیادہ گوہر افشانی نہیں فرمائی۔ غالباً آپ کا مطلب یہ ہوگا کہ عالم میں اگلے پچھلے تمام انسان حتیٰ کہ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں اور جبکہ مولانا گنگوہیؒ کو مطاع العالم کہا گیا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ سب آپکی اطاعت کرتے ہیں۔

واللہ حد ہوگئی خوش فہمی کی، رضاخانی عمائد کی بڑی ناقدری ہے کہ اُنہوں نے اپنے اس علامہ کو مبارک پور جیسے چھوٹے قصبہ کے چھوٹے سے مدرسہ (مصباح العلوم) میں رکھ چھوڑا ہے۔ اسکو تو اعلیٰحضرت کی سند ورنہ کم از کم جامعہ رضویہ کی صدر مدرسی تو ضرور دینی چاہئے تھی۔ بھلا ہے کوئی رضاخانی مولویوں میں اتنا بڑا علامہ جو "مخدوم الکل مطاع العالم" کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہو۔ اگر دُنیا ناقدری کرے تو کرے لیکن "مصباح العلوم" کے اراکین کو ضرور چاہئے کہ وہ اسی بات پر اس نئے علامہ کی تنخواہ میں کم از کم ساڑھے تین روپیہ ماہوار کا اضافہ کردیں۔ دیکھو نا! کیسا بڑھیا اعتراض کیا ہے کہ ہم جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اور سوچ رہے کہ کیا جواب دیں۔

اچھا ہم ابھی سوچکر جواب دیں گے۔ آپ بھی ہمارے ایک ایسے ہی سوال کا جواب سوچ رکھئے بہج السلامۃ، التنزیہ المکانۃ الحیدریہ، مدائح اعلیٰحضرت، فتاوی رضویہ وغیرہ وغیرہ کے لوح کے صفحہ پر آپکے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خانصاحب کو "شیخ الاسلام والمسلمین" لکھا گیا ہے اور آپ کی منطق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "تمام مسلمانوں کے شیخ" اور مسلمین میں صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ سے لیکر قیامت تک کے تمام مسلمان بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ خود کلام پاک میں موجود ہے کہ "انا اوّل المسلمین، میں پہلا مسلمان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انا من المسلمین" میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اب آپ کی منطق کے لحاظ سے مولوی احمد رضا خانصاحب ان سب کے شیخ اور امام ہونگے لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

اُمید ہے کہ ناظرین کرام نے اسی سے جواب بھی سمجھ لیا ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مدح کے موقعہ پر جو اس قسم کے عموم کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں اُن سے حقیقی عموم مقصود نہیں ہوتا، اخیر میں ہم رضاخانی دوستوں سے ایک سوال اور کرتے ہیں، آپکے اعلیٰحضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولوی مصطفٰے رضا خاں (معروف رضاخانیاں مفتی ہندوستان) کے نام کے ساتھ اُن کی تصانیف "وقعات السنان، ادخال السنان" وغیرہ کے پہلے صفحہ پر "آل الرحمٰن" لکھا ہوا ہے جس کے صاف معنی خدا کی اولاد کے ہیں۔ تو کیا واقعی

رضاخانی حضرات اُن کے باپ مولوی احمد رضا خانصاحب کو خدا بھی سمجھتے ہیں۔ اور کیا ہم یہ سمجھیں کہ بریلی مقابلہ میں قادیان سے بھی بڑھ گئی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آجتک کسی رضاخانی نے اس کے خلاف احتجاج کیوں نہیں کیا۔ اور کیا "مصباح جدید" الجدید معتمد اسطرف توجہ فرمائیں گے۔

نمبر ۸ :۔ آٹھواں اعتراض مولانا شیخ الہندؒ کے اس شعر پر ہے ۔ ؎

اُس کا جو حکم تھا تھا سیفِ قضائے مبرم ۔۔۔ نہ رُکا پر نہ رُکا، نہ رُکا، پر نہ رُکا

اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ "ایسے حاکمِ وقت تو مولوی رشید احمد صاحب ہی ہیں۔ کہ اُن کا کوئی حکم کبھی نہ ٹلا"

معترض صاحب! گھبرائیے مت، بریلی کا سرمہ استعمال کر کے آنکھوں کو وسعت دیجئے، آپکے اعلحضرت کا بھی حکم ایسا ہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدائحِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۴ ؎

تو نے جو کچھ کہا شاہِ احمد رضا! ۔۔۔ وہ ہوا پر ہوا شاہِ احمد رضا

کہئے اب تو دور کا نظر آگیا ہوگا ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی ۔۔۔ یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

نمبر ۹ :۔ نواں اعتراض مرثیہ کے اس شعر پر کیا گیا ہے ؎

زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اُسکی فرقت کا ۔۔۔ کہ تھا داغِ غلامی جسکا تمغائے مسلمانی

معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہیؒ کی غلامی کو مسلمانی کا تمغہ قرار دیا گیا ہے، پس جن مسلمانوں کو اُن کی غلامی حاصل نہیں ہوئی جیسے کہ تمام صحابہ وتابعین وغیرہ وہ سب دیوبندیوں کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھے۔

شعر کا مطلب تو اپنی جگہ پر ظاہر ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ چونکہ عارف باللہ حامئ توحید وسنت دماحئ شرک وبدعت تھے اسلئے آپکے خدام اور متوسلین میں جو لوگ داخل ہوئے وہ پکے، سچے مسلمان، محبِ سنت اور دشمنِ بدعت تھے۔ اس لحاظ سے آپ سے روحانی تعلق رکھنا گویا مسلمان ہونیکی ایک علامت تھی، اور یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ تمام اہل اللہ کا یہی حال ہے

کہ اُن سے محبت ومودت اسلام کی نشانی ہے

حدیث شریف میں بھی اللہ والوں کی محبت کو ایمان کی نشانی بتلایا گیا ہے۔ بہرحال شعر کا نفس مطلب یہی ہے اور بالکل ظاہر ہے۔ رہی معترض صاحب کی یہ اُلٹی منطق کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین وغیرہ معاذاللہ مسلمان نہ ہوں اسکی بنا وہی دماغی علت ہے جسکا ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اور اسکا علاج بس یہی ہے کہ ہم بھی اسی اُلٹی منطق سے کام لیں۔ اچھا سنیئے! آپکے ایک مذہبی برادر خانصاحب بریلوی کی شان میں فرماتے ہیں ۔ ؎

بات ہے ایمان کی حق کی قسم ۔ آپ سے ایماں ملا احمد رضا!

(مدائح اعلحضرت صفحہ)

اُسی کے صفحہ ۲۲ پر آپکے ایک دوسرے بھائی فرماتے ہیں ؎

دل ملا، آنکھیں ملیں، ایماں ملا ۔ جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا!

اب فرمایئے کہ جب ایمان اور نہ صرف ایمان، بلکہ دل، آنکھیں، سب کچھ مولوی احمد رضا خانصاحب سے ملتی ہیں تو تمام وہ مسلمان جو خانصاحب سے پہلے گذرے، یا تمام صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین، سب کے سب آپ کے نزدیک معاذاللہ بے ایمان، دلوں اور آنکھوں سے محروم ہونگے۔

فرمایئے! آپ کی یہ منطق صحیح ہے؟ اور اس سے جو نتیجہ نکلا کیا وہ بھی نعوذ باللہ صحیح ہے؟ ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

نمبر۱۰، دسواں اعتراض مرثیہ کے اس شعر پر ہے ۔ ؎

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے ۔ شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

اسپر آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اس شعر میں مولانا گنگوہی کو صدیق اور فاروق کہا گیا ہے۔ جی ہاں کہا گیا ہے، اگر کچھ خبر ہے کہ صدیق اور فاروق کے معنی کیا ہیں کچھ دیکھ پڑھا ہوتا تو خبر ہوتی۔ دیکھو نور اللغات صفحہ $\frac{۵۹۹ و ۲۲}{۳۶}$ ۔ جسمیں بقلم جلی لکھا ہوا ہے کہ صدیق کے معنی نہایت سچا

فاروق کے معنی حق وباطل میں فرق کرنیوالا ۔
بیشک جنیک حضرت گنگوہیؒ کے اندر یہ دونوں وصف موجود تھے اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے ۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کو صدیق وفاروق ہی نہیں بلکہ عثمان وعلی حسن وحسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پہلو بہ پہلو بٹھایا گیا ہے، ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۰) ے

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق وتقویٰ کر | کہوں کیونکر نہ اتقی جبکہ خیر الاتقیا تم ہو ۔

اس بدنصیب رضاخانی نے براہ راست قرآنِ عزیز سے جنگ کی ہے ۔ قرآن پاک میں صدیق اکبرؓ کو اتقیٰ کہا گیا ہے۔ آیت کریمہ "وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکیٰ" میں لفظ اتقیٰ سے باجماع مفسرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں ۔ لیکن یہ رضاخانی کہتا ہے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی خیر الاتقیاء تھے ۔ اسلئے میں تو انہیں کو اتقیٰ کہونگا ۔ اسی نظم کے چند اور شعر ملاحظہ ہوں ۔ خانصاحب کی شان میں کہتا ہے ے

جلال وہیبتِ فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر | عدو اللہ پر اک حربۂ تیغ خدا تم ہو
نہیں نے جمع فرمائے نکاتِ رمزِ قرآنی | یہ ورثہ پا ئیو اے حضرت عثمانِ گل تم ہو
خلوص مرتضی اخلق حسن عزم حسینی ہیں | عدیم المثل یکتائی زمن ای باخدا تم ہو

۔ مصباح جدید کے جدید مصنف صاحب! دیکھا آپکے اعلحضرت کیا کیا ہیں ۔

منبلا ۔ معترض صاحب کا گیارھواں اعتراض فتاوی رشیدیہ کے اس فتوی پر ہے ۔ "لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے ۔ بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں ۔ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بولدیا جا دے تو جائز ہے" ۔

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ اسمیں رحمۃ للعالمین کے صفت خاصہ ہونے سے انکار کیا گیا ہے ۔ ناظرین کرام! منقولہ فتوی کو بغور ملاحظہ فرمائیں ۔ اسمیں دیگر اولیاء وعلمائے ربانیین و انبیاء علیہم السلام کے متعلق صرف یہ لکھا گیا ہے ۔ کہ وہ بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں ۔ اور اُن پر

رحمۃ للعالمین کے اطلاق کو مطلقاً نہیں جائز قرار دیا گیا۔ بلکہ بتاویل کی قید کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ اس سے ایک معمولی فہم کا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خاص صفت رحمۃ للعالمین ہے فی الحقیقت اسمیں کوئی دوسرا آپکا شریک نہیں۔ جیسا کہ مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔

اب یہ چیز قابلِ غور رہ گئی کہ آیا دیگر انبیاء اولیاء بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں یا نہیں؟ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت بڑی ہے اور اُن کے رحمتِ عالم ہونے سے انکار شاید کوئی ملحد بے دین ہی کر سکے۔ غوث کے متعلق بھی آپ کے موحد مذہب مولوی احمد رضا خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔" (ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۶)

فرمایئے! جس کے بغیر زمین و آسمان قائم نہ رہ سکیں کیا اُس کے موجبِ رحمتِ عالم ہونے میں بھی شبہ ہو سکتا ہے؟ اور یہ سمجھنا کہ جب لفظ رحمۃ للعالمین کا اطلاق دیگر انبیاء و اولیاء پر بھی ہو سکے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات لازم آئیگی۔ انتہائی جہالت ہے۔ اطلاق کی شرکت حقیقت میں برابری کو مستلزم نہیں جسکی واضح مثال یہ ہو سکتی ہے کہ قرآنِ حکیم میں حق تعالیٰ پر بھی رحیم کا اطلاق کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ لیکن کیا کوئی احمق کہہ سکتا ہے کہ جو شان حق تعالیٰ کی رحیمی کی ہے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے پس ایسے ہی یہاں سمجھنا چاہیئے کہ اگر بتاویل دیگر انبیاء وغیرہ پر لفظ رحمۃ للعالمین کا اطلاق کیا جائے تو اُس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں جگہ رحمت کی شان ایک ہو، بلکہ دونوں میں وہی فرق ہوگا جو آنحضرت صلعم کی ذاتِ مقدس اور دیگر انبیاء علیہم السلام وغیرہم کی ذواتِ مقدسہ میں ہے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں متعدد جگہ لفظ عالمین سے کسی خاص دور کے اہل عالم بھی مراد لئے گئے ہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ اور ۔ وَاصْطَفٰکِ

علی نساء العالمین" میں خاص اُسی دور کے اہل عالم مراد ہیں، نیز بعض مفسرین نے آیت کریمہ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" میں بھی لفظ عالمین سے صرف ثقلین جن و انس مراد لئے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین) پس اگر کوئی شخص لفظ عالمین سے کسی خاص دور کے ثقلین جن و انس مراد لیکر کسی ولی یا غوث کو عالمین کیلئے باعث رحمت کہدے تو اس تاویل کے بعد اسمیں کیا محذور ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ فتاوی رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمینی کی خصوصیت سے انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف رحمۃ للعالمین کے بتاویل اطلاق کو جائز کہا گیا ہے ۔۔ اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر جہالت کا کوئی علاج نہیں!

اخیر میں اتمامِ حجت کے لئے ہم شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب "بوستاں" سے ایک ایسا شعر پیش کرتے ہیں جسمیں انہوں نے اپنے بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے اُس کو "رحمۃ العالمین" کہا ہے۔ کیا "مصباحِ جدید" کے جدید مصنف صاحب، سعدی کی بوستاں سے بھی کورے ہیں اور پھر کیا اپنے قائم کردہ اصول کی بناء پر شیخ سعدی علیہ الرحمہ جیسے متقی و پرہیزگار ولیِ کامل کے اوپر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر اپنے اعمالنامہ کو سیاہ فرمائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے شیخ سعدی اپنے بادشاہ وقت کی تعریف میں بوستاں کے اندر تحریر فرماتے ہیں ؎

دوئی سایۂ لطفِ حق بر زمیں   پیمبر صفت رحمۃ العالمیں

کہئے اس رحمۃ العالمین کہنے والے کے متعلق کیا فتویٰ ہے اور جسکو رحمۃ العالمین کہا گیا اُس کا کیا حکم ہے ۔۔ اور پھر جبکہ آپکے خانصاحب کو رضاخانی برادری کے ایک فرد نے "رحمتِ ربِ ودی" کے ساتھ یاد کیا ہے جو رحمۃ للعالمین کے ہم معنی ہے تو مولانا گنگوہی قدس سرہٗ پر آپ کس منہ سے اعتراض کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۱۰) ؎

آیتِ فضلِ خدا دیکھا تجھے   رحمتِ ربِ ودی دیکھا تجھے

کہئے اس رضاخانی بھائی کی وہابیت کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر   دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

نمبر ۱۲ - فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص۱۲۳ میں ذیل کا فتوی مندرج ہے -

سوال :- مرثیہ جو تعزیہ وغیرہ میں شہیدان کربلا کے پڑھتے ہیں اگر کسی کے پاس ہو اور وہ دور کرنا چاہے تو اُن کا جلا دینا مناسب ہے یا فروخت کرنا - ؟

الجواب :- ان کو جلا دینا یا زمین میں دفن کر دینا ضروری ہے - فقط -

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے مرثیہ کا دفن کر دینا یا جلا دینا ضروری کہا حالانکہ سوال میں ہر مرثیہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاص اُن مرثیوں کا ذکر ہے جو تعزیوں کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں - اور یہ مرثیے عام طور پر روایاتِ کاذبہ اور حکایاتِ واہیہ سے پُر ہوتے ہیں چنانچہ آپکے بانیٔ مذہب مولوی احمد رضا خانصاحب رسالہ فتاوی تعزیہ داری میں فرماتے ہیں -

- کتب شہادت جو آجکل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ وروایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں - یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ ہے - حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی - رسول اللہ صلعم نے مرثیوں سے منع فرمایا رواہ ابوداؤد والحاکم عن عبداللہ ابن اوفیؓ -

. بہرحال حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جس مرثیہ کو جلا دینے یا دفن کر دینے کا حکم کیا ہے وہ یہی مرثیہ ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے - اور جسکا پڑھنا اور سننا آپ کے اعلحضرت نے گناہ اور حرام لکھا ہے - اب فرمایئے کہ جس چیز کا پڑھنا سننا گناہ اور حرام ہو اسکے متعلق اگر جلا دینے یا دفن کر دینے کا حکم دیا جائے تو کیا قباحت ہے، فیصلہ کرتے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کو بھی سامنے رکھ لیا جائے -

نمبر ۱۳ - تیرہواں اعتراض معترض صاحب کا یہ ہے کہ بعض علمائے دیوبند نے اپنے بزرگوں کے مرثیے لکھے - معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مرثیہ ممنوع وہی ہے جسمیں روایاتِ موضوعہ وحکایتِ مکذوبہ مندرج ہوں اور اس سے کوئی امر غیر مشروع - مثلاً ماتم وتجدید غم وغیرہ مقصود ہو - اور ایسے ہی مراثی کے متعلق حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے اور نہ کسی کی وفات کے بعد اُسکا ذکرِ خیر خواہ نثر میں ہو

یا نظم میں مطلقاً ممنوع نہیں اگرچہ عرفِ عام میں اسکو مرثیہ کہا جائے ۔ آپ کے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب رسالہ تعزیہ داری صد۱۲ پر رقمطراز ہیں ۔

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جسمیں روایات صحیحہ معتبرہ سے اُن کے فضائل و مقامات و مدائح بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو بہ نفسہ حسن و محمود ہے ۔ خواہ اسمیں نثر پڑھیں یا نظم ۔ اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جسمیں ذکرِ حضرت سید الشہدا ہے عرفِ جہال میں بنام مرثیہ مشہور ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جسکی نسبت ہے نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

فاضل بریلوی کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مرثیہ روایات کاذبہ و ماتم و تجدید غم وغیرہ امور نامشروعہ سے پاک ہو تو وہ جائز ہے ۔ اور سلفِ صالحین سے جو مرثیے منقول ہیں وہ اسی اصول کے ماتحت جائز ہیں چنانچہ سیدۃ النسا حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلعم کی وفات پر مرثیہ کہا ہے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر ــــــ کما فی کتب السیر ۔

پس حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی (قدس سرہٗ) کا جو مرثیہ لکھا ہے وہ اس تفصیل کے ماتحت ناجائز نہیں ۔ البتہ عناد اور تعصب نے کسی کی بصیرت کو ماؤف کر دیا ہو اور وہ جائز اور ناجائز کے اس فرق کو نہ سمجھ سکتا ہو ۔ تو وہ معذور ہے ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے　　اسمیں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

نمبر ۱۴ ۔ چودھواں اعتراض معترض صاحب کا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صد۱۱۱ کی مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے

سوال ۔ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بہ روایتِ صحیح و بعض ضعیفہ بھی دینر سبیل لگانا ۔ اور چندہ دینا اور شربت و دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب : محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو ، یا سبیل لگانا شربت پلانا ، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں فقط

معترض صاحب کو اس فتوی پر اعتراض یہ ہے کہ اسمیں صحیح روایات سے بھی ذکرِ شہادت اور سبیل وغیرہ کو ناجائز اور حرام لکھا ہے ۔ لیکن ناظرینِ کرام غور فرمائیں کہ مولانا نے یہ حکم صرف ماہِ محرم کے متعلق لگایا ہے اور تشبہ روافض کو اُسکی علت قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ چیزیں مولانا کے نزدیک اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہیں ۔ البتہ چونکہ ماہِ محرم میں اُن کے کرنے سے روافض کے ساتھ ایک گونہ تشبہ ہوتا ہے اسلئے ناجائز ہے اور اسکی تصریح بعض علمائے سلف نے بھی کی ہے ۔ چنانچہ اصول صفار میں ہے ۔

سئل عن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشوراء یجوز ام لا، قال لا، لان ذالک من شعار الروافض ۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عاشوراء کے دن شہادت حسین رضی کا ذکر جائز ہے یا نہیں ۔ فرمایا ناجائز ہے کیونکہ یہ روافض کے شعار میں سے ہے

اب فرمائیے ! کیا امام صفار رحمہ اللہ آپ کے نزدیک وہابی دیوبندی ہیں ؟

تعجب ہے کہ آپ ایک مدرسہ کے صدر مدرس ہیں اور اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ ایک مباح چیز بھی اہلِ ضلال کے تشبہ کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہے ۔ حد یہ ہے کہ جن اوقات میں آفتاب پرست آفتاب کو پوجتے ہیں ۔ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرما دیا گیا کہ ان مشرکین کے ساتھ تشبہ نہ ہو غالباً آپ کی سی عقل والا انسان اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ ـــــ ہائے نماز کو منع فرما دیا گیا ۔

علاوہ ازیں صرف روایات کے صحیح ہونے سے ذکر کے مفاسد کا انتفا لازم نہیں آتا ، آپ کسی دوسرے کی تو کیوں ماننے لگے اسلئے اس موقعہ پر بھی ہم آپ کے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ہی کا کلام پیش کرتے دیکھئے وہ کس صراحت کیساتھ ذکرِ شہادت بروایتِ صحیحہ کو بھی ناجائز قرار دے رہے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو رسالہ تعزیہ داری صـ)

"تو اہل مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایاتِ صحیحہ ، بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکرِ شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا ۔ بہ تکلف رُلانا ، اور اس رونے رُلانے سے رنگ جمانا ہے ، اسکی شناعت میں کیا شبہ ہے ۔"

بتائیے اس کے بعد بھی رضاخانی برادری کے کسی فرد کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا فتویٰ پر اعتراض کا حق ہے۔

نمبر۱۵ - پندرھواں اعتراض فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ کو مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے۔

مسئلہ :- ہندو، تیوہار ہولی یا دیوالی میں اپنے اُستاد و حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کو لینا اور کھانا اُستاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- درست ہے۔ فقط

معترض صاحب نے اس فتویٰ کو نقل کر کے اعتراض تو کر دیا لیکن اسکے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی، کیا کسی چیز کے حرام و ناجائز ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) یا اُن کے کسی ہم مسلک عالم نے اسکو جائز لکھا ہو۔ اگر غیر مسلموں کے ان تحفوں کا لینا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے تو اسپر کوئی دلیل پیش کیجئے۔ لیکن ہم پیشینگوئی کرتے ہیں کہ آپ اسپر کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل بھی پیش نہ کر سکیں گے۔ تو لیجئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کے اعلیحضرت فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی غیر مسلموں کے اس تحفہ کا لینا تیوہار کے دوسرے دن جائز لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۰۳۔

عرض :- کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد :- اس روز نہ لے ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے"

بتائیے اعلیحضرت کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فائدہ :- معترض صاحب نے عامۃ المسلمین کو علمائے دیوبند سے برگشتہ کرنے کیلئے اس موقعہ پر ایک چالاکی یہ کی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کو (جنمیں پہلا فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۳ کا ہے اور دوسرا حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ کا) جوڑ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک محرم کا شربت دودھ وغیرہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہوجانیکی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور ہولی دیوالی کی مٹھائی باوجودیکہ ہولی دیوالی سے منسوب ہے جائز ہے۔ حالانکہ یہ خالص شیطنت اور افتراپردازی ہے۔ کیونکہ

دونوں صورتوں میں نسبت کا کہیں نام تک نہیں ہے۔

ہم اعتراض نمبر ۱۷ کے جواب میں بتلا چکے ہیں کہ ماہِ محرم یعنی ایام تعزیہ داری میں شربت وغیرہ کی سبیلیں لگانا تشبہ روافض کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مشرکین کے تشبہ سے بچانے کیلئے خاص اوقات میں نماز جیسی اعلیٰ عبادت سے منع کر دیا گیا ہے۔ اور ہنود کے تیوہاروں میں صرف ان کا تحفہ لینے سے کوئی تشبہ لازم نہیں آتا۔ اسلئے اسکی اجازت دی گئی۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص اُن کے تیوہار کے دن اُنھیں کی طرح پوری کچوری وغیرہ بنوائے اور تقسیم کرے تو اب یہ فعل ناجائز ہوگا۔ کیونکہ اسمیں کفار کے ساتھ تشبہ ہوگیا۔ بہرحال دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے۔ لیکن چشم بینا کی ضرورت ہے۔

ہاں اگر ہمارے نزدیک بھی اس قسم کی بددیانتی اور تہمت تراشی جائز ہو تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ رضاخانیوں کے نزدیک اُن کے بانی مذہب مولوی احمد رضا خانصاحب کا تو ذکر جائز ہے (چنانچہ اُن کے خلیفہ اور قریبی عزیز مولوی حسنین رضا خانصاحب نے وصایا شریف میں اُن کی موت کا تذکرہ پوری تفصیل سے کیا ہے۔) لیکن سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت بلکہ اُن کے جد کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کا ذکر بھی ناجائز اور ناپسندیدہ ہے۔

ذکر شہادت کے متعلق تو مولوی احمد رضا خانصاحب کی تصریح ابھی ابھی فتاویٰ تعزیہ داری کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں کہ اُنہوں نے ذکر شہادت بروایات صحیحہ کو بھی عوام کیلئے ناجائز لکھا ہے۔ اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ وفات شریف کے متعلق بھی اسی رسالہ تعزیہ داری صفحہ ۶ پر یہ لکھا ہے۔ کہ

فقیر اُسمیں (مجلس میلاد میں) ذکرِ وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا۔

بہرحال اگر ہم بھی رضاخانی سنت پر عمل کریں تو وصایا شریف اور رسالہ تعزیہ داری کی مذکورہ بالا تصریحات کو پیش نظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ رضاخانیوں کے نزدیک مولوی احمد رضا خانصاحب کی موت کا تذکرہ تو اچھا ہے۔ لیکن حضرت امام حسینؓ کی شہادت، اور حضور سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات شریف کا ذکر ناجائز اور ناپسندیدہ ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی ناجائز کاروائیاں اور افترا پردازیاں صرف رضاخانیوں کے حصہ میں آئی ہیں۔ انہیں کیلئے مبارک رہیں۔ حق تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

نمبر ۱۶ ،سولہواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔ حصہ دوم صفحہ ۱۱ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب اہل سنت سے خارج نہ ہوگا۔

اعتراض یہ ہے کہ مکفر صحابہ کو سنت جماعت سے خارج نہیں لکھا۔

بیشک فتاویٰ رشیدیہ کے مطبوعہ نسخہ میں یہی لکھا ہے، لیکن درحقیقت یہ کاتب کی غلطی ہے پہلی مرتبہ اسی طرح چھپ گیا اور بعد میں اسی کی نقل ہوتی رہی ورنہ دراصل عبارت یہ تھی۔ "اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا" جس کے چند زبردست قرائن دہیں موجود ہیں۔ اول اینکہ اگر اصل عبارت میں اسجگہ "خارج نہ ہوگا" ہوتا تو آخری فقرہ کے شروع میں استدراک کا کوئی لفظ لیکن وغیرہ ہوتا۔ اور عبارت اس طرح ہوتی کہ "لیکن وہ اپنے کبیرہ کے سبب اہلسنت سے خارج نہ ہوگا" دوم اینکہ اسی فتویٰ میں اسکو ملعون کہا ہے۔ سوم اینکہ اس کے امام مسجد بنانے کو حرام قرار دیا ہے حالانکہ اگر وہ اہل سنت سے ہوتا تو مولانا اُسکو ملعون نہ لکھتے۔ اور نہ اسکی امامت کی حرمت کے قائل ہوتے۔ علاوہ ازیں فتاویٰ رشیدیہ کا اسی حصہ میں صفحہ ۱۴۴ پر یہ فتویٰ بھی درج ہے۔

مسئلہ:۔ رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب:۔ ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔ لہذا اسکی صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھنی چاہئے یہ فتویٰ بھی اسکا زبردست قرینہ ہے کہ صحابہؓ کی شان میں بے ادبی کرنیوالا یا معاذ اللہ اُن کو کافر کہنے والا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہرگز اہل سنت میں سے نہیں۔ بہرحال

زیر بحث فتویٰ میں مطبع کی غلطی سے "خارج ہوگا" کی بجائے "خارج نہ ہوگا" چھپ گیا ہے اور اسپر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بدبخت کلام مجید کی طباعت کی غلطیوں کیوجہ سے حق تعالیٰ پر اعتراض کرنے لگے۔ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین۔

تنبیہ۔ اور جو جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں سوء ادبی کرنے والے کو فاسق لکھا گیا ہے وہ فسق عملی و اعتقادی دونوں کو شامل ہے۔ اگر وہ سوء ادبی کسی بداعتقادی کی بنا پر ہوگی تو وہ شخص فاسق اعتقادی بھی ہوگا اور اگر صرف بدتمیزی کیوجہ سے سوء ادبی کریگا تو فاسق عملی ہوگا۔ کما لا یخفی علی اھل العلم والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام

یہاں تک تو ہم نے معترض صاحب کے اعتراض کا جواب عرض کر دیا۔ لیکن اس موقعہ پر ہماری یہ گذارش بیجا نہ ہوگی کہ معترض صاحب کو فتاویٰ رشیدیہ میں یہ فتویٰ (جسمیں کاتب کی غلطی سے "ہوگا" کی بجائے "نہ ہوگا" چھپ گیا ہے) تو قابل اعتراض نظر آیا لیکن جناب کو آجتک اپنے اعلیحضرت کے اس ناپاک فتوے پر اعتراض کرنیکی توفیق نہ ہوئی جسمیں اللہ اور اسکے رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی بڑی گالیاں دینے والے کو کھلے لفظوں میں مسلمان لکھا اور اسکی تکفیر سے منع کیا ہے۔ اسکی تفصیل ہم اخیر میں عرض کریں گے۔ یہاں صرف اشارۃً بتاتے ہیں۔ آپکے اعلیحضرت نے اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ اور السیوف الہندیہ، اور فتاویٰ رضویہ میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

اُس نے اللہ تعالیٰ کو ناپاک گالیاں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخیاں کیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ پادریوں اور پنڈتوں کی کتابوں میں اسکی نظیر نہیں۔ اور اسپر قسمیں بھی کھائیں کہ ہاں بیشک اس شخص (اسمٰعیل دہلوی) نے رسول پاک صلعم کو ایسی ہی صاف صریح گالیاں دی ہیں اور اُن سے رسول خدا صلعم کو بیحد اذیت بھی پہنچی ہے۔ غرض حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ان جرائم کا مجرم گردانتے ہوئے بھی مولوی احمد رضا خانصاحب نے اُن کو کافر نہیں کہا اور تمہید ایمان میں صاف لکھدیا کہ "اور میں اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا"۔

نیز اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی ہمارا فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے (ملخصاً) جس سے معلوم ہوا کہ ایسا مجرم خانصاحب کے نزدیک مسلمان ہے۔

کہئے! نئے مصنف صاحب مولٰنا رشید احمد صاحب سے تو آپ صرف اسلئے ناراض تھے کہ انہوں نے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنیوالے کو نہ کافر کہا اور نہ اہلسنت سے خارج کیا۔ حالانکہ وہ کتابت کی غلطی تھی۔ لیکن اب اس بدنصیب مفتی پر کیا فتویٰ ہے جو اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ وصلعم کی شان پاک میں گستاخیاں کرنیوالے، اُن کو سڑی سڑی گالیاں دینے والے کو بھی کافر نہیں کہتا۔ حالانکہ یہی مفتی تمہید ایمان صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے۔ "شفا شریف و بزازیہ و فتاوی خیریہ وغیرہ میں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کہئے! اب آپ مع خانصاحب کے کہاں پہنچے؟

نوٹ :- ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کا دامن حاشا و کلا ان تمام گندگیوں سے پاک و صاف ہے جن سے خانصاحب نے محض تعصباً و عناداً ملوث کرنا چاہا ہے جیسا کہ آئندہ بحث میں اسپر کافی روشنی ڈالکر خانصاحب آنجہانی کی افترا پردازیوں کا پردہ اچھی طرح چاک کردیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نمبر ۱۰ :- معترض صاحب کا ستر ہواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۶ کی حسب ذیل عبارت پر ہے

"علماء کی توہین تحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو"

اسپر آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اسمیں علماء کی توہین و تحقیر کرنے والے کو کافر کہا گیا۔ ہمیں اس موقعہ پر معترض صاحب سے کوئی شکوہ نہیں، ہاں آپ کے ان خداوندان نعمت کی محرومی بصیرت پر ضرور افسوس ہے جنہوں نے آپ کو عالم دین سمجھ کر مسند درس پر بٹھا رکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو فقہ کی متداول کتابوں کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اس موقعہ پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جس عبارت کو ناقص اور ناتمام نقل کیا ہے۔ اُسمیں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذاتی رائے نہیں لکھی۔ بلکہ سائل کے

استفسار پر فتاوی عالمگیری کے ایک مسئلہ کا مطلب بیان کیا ہے اور اسکی توجیہ کی ہے۔ یہ معترض کی خیانت ہے کہ اس نے اس جگہ سوال کو نقل نہیں کیا۔ ہم ناظرین کرام کے سامنے اصل ثواب و جواب کو پیش کرتے ہیں۔

سوال :۔ نواب مولوی قطب الدین خانصاحب دہلوی نے نقل عالمگیری سے گیا ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ قیاس امام ابوحنیفہ کا حق نہیں کافر ہوا۔ اسکا کیا مطلب ہے اور یہ قول صحیح ہے یا غیر صحیح الخ

اس سوال کا منشاء یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قیاس کے انکار کیوجہ سے کسی شخص کا کافر ہو جانا بظاہر امر غیر معقول ہے۔ اور اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، سائل اسی کو سمجھنا چاہتا ہے حضرت مولانا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"علماء کی توہین و تحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو۔ لہٰذا جب قیاس مجتہد حق کو ناحق کہا تو اہانت اس عالم کی کی۔ امر دین و علم میں لہٰذا کفر ہوا۔

مولانا نے اس جواب میں فتاوئ عالمگیری کے اس جزئیہ کی توجیہ کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ فی نفسہ کسی عالم کی توہین کفر نہیں، لیکن اس کے دین یا علم دین کیوجہ سے اسکی توہین و تحقیر کیجائے تو علماء نے اسکو کفر لکھا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت امام ابوحنیفہؒ یا کسی دوسرے مجتہد کے قیاس حق کو (بطور استخفاف) ناحق کہا تو گویا اس کے علم دین کی اہانت کی اسواسطے کفر ہوا۔

غرض اس فتوی میں حضرت مولانا نے اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں لکھی بلکہ فقہ حنفی کے مشہور دفتر فتاوئ عالمگیری کے ایک مسئلہ کی توجیہہ کی ہے۔ اسپر اعتراض کرنا براہ راست فقہ حنفی پر اعتراض کرنا ہے۔ اور غضب تو یہ ہے کہ آپکے اعلیٰ حضرت نے بھی اس جزئیہ کو اپنی بعض تحریروں میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ہم بخوف طوالت اسکو یہاں نقل نہیں کرتے۔ ہاں مدائح اعلیٰ حضرت کے دو شعر آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جسمیں مولوی احمد رضا خانصاحب کے منکر کو ابلیس اور خدا کا منکر تبلایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۵)

مجھ سے جو کوئی پھر احمد رضا   میں سمجھتا ہوں کہ وہ ابلیس ہے

۵ جو پھرا تجھ سے وہ حق سے پھر گیا — اور حق اس سے پھرا احمد رضا

پس جبکہ آپ حضرات کے نزدیک مولوی احمد رضا خاں صاحب کے انکار کیوجہ سے ایک شخص خدا کا منکر اور ابلیس ہو سکتا ہے۔ تو فتاویٰ عالمگیری میں اگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے منکر کو کافر لکھدیا گیا اور حضرت گنگوہیؒ نے اسکی ایک معقول توجیہ بھی کردی تو آپ کو اسپر اعتراض کا کیا حق رہا، مگر ہاں یہ کہئے کہ ہمارے مذہب میں اعلحضرت عظیم البرکت کی جو شان ہے وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہیں

نمبر ۱۸ ۔ اٹھارواں اعتراض معترض صاحب کا فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت پر ہے ۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۸۳)

" انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کیواسطے منع ہے "

اسپر اعتراض یہ ہے کہ مجلس مولود کو بہر حال ناجائز لکھدیا گیا۔ جواب دینے سے پہلے ہم ناظرین کرام کو یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ولادت شریف کا ذکر پاک اور چیز ہے اور مروجہ رسمی مجلس میلاد دوسری چیز۔ ان دونوں کو ایک سمجھنا انتہائی غلطی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت میں مروجہ رسمی مولود کو منع کیا گیا ہے نہ کہ ذکر ولادت شریف کو ۔ نفسِ ذکرِ ولادت شریف کے متعلق اسی فتاویٰ رشیدیہ میں جابجا تصریحات موجود ہیں۔ کہ وہ جائز ہے، مندوب ہے، مستحب ہے ۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ پر ہے ۔

" نفسِ ذکر ولادت کو کوئی منع نہیں کرتا ۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے

" نفسِ ذکر ولادت مندوب (مستحب) ہے۔ اسمیں کراہت قیود کے سبب آتی ہے"

پھر اسی کے صفحہ ۱۴۳ پر ہے

" نفسِ ذکرِ ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کا مندوب ہے۔ مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گئی "

ان تینوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا گنگوہیؒ نفسِ ذکر ولادت آنحضرت صلعم کو مندوب

مستحب ہی سمجھتے ہیں - البتہ مروجہ رسمی مولود کو منع کرتے ہیں - بلکہ جونپوری اس موقعہ پر معترض صاحب نے نقل فرمایا ہے - اُسمیں بھی اسطرف اشارہ موجود ہے - اسکا آخری فقرہ یہ ہے -

" تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا کے نزدیک نفسِ ذکر ولادت شریف مندوب ہے، اسکی ممانعت تداعی (و دیگر اہتمامات و قیود ات) کیوجہ سے کیجاتی ہے - اور یہ رائے تنہا مولانا گنگوہی کی نہیں - بلکہ بہت سے علمائے متقدمین بھی اسی طرف ہیں - ان کی تصریحات ناظرینِ کرام مولانا حکیم عبدالشکور صاحب مرزاپوری کی نفیس کتاب " تاریخ میلاد " میں ملاحظہ فرمائیں - یہاں صرف ایک عبارت علامہ ابن الحاج کی جلیل القدر کتاب مدخل سے نقل کیجاتی ہے - انہوں نے پہلے بتفصیل اس مجلسِ مولود پر کلام کیا ہے - جنمیں مناہی و منکرات موجود ہوں - اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں -

وهذه المفاسد مترتبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعامًا ونوى به المولد ودعى اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لان ذالك زيادةٌ فى الدين وليس من عمل السلف الماضيين و اتباع السلف اولى - ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد -

یہ سب مفاسد و قبائح مرتب ہیں مولود کو کرنے پر جب اسکو راگ کے ساتھ کریں - اور اگر راگ سے خالی ہو صرف کھانا کیا جائے اور اس سے مولود کی نیت کیجائے اور بھائیوں کو دعوت دی جاوے اور کوئی خرابی جنکا ذکر پہلے ہوا نہ ہو تب بھی وہ بدعت ہے - اسلئے کہ یہ زیادۃ فی الدین ہے اسلف کا معمول نہیں ہے، حالانکہ ہمارے لئے سلف کے نقشِ قدم کی پیروی بہتر ہے - اور سلف صالحین میں کسی سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے بہ نیت مولود ایسا کیا ہو - (مدخل جلد اول صفحہ ۱۱۰)

واضح رہے کہ یہ امام ابن الحاج وہی ہیں جنکو آپکے اعلحضرت فاضل بریلوی نے اپنی تصانیف انبار المصطفیٰ وغیرہ میں " امام اجل " لکھا ہے - اور نیز اُن کی اسی کتاب مدخل سے استناد بھی کیا ہے - حالانکہ انہوں نے مذکورہ بالا عبارت میں مولود کی اس شکل کو بھی بدعت اور زیادۃ فی الدین

لکھا ہے جیسی خلاف شریعت چیزیں نہ ہوں - پس جبکہ علامہ ابن الحاج میلاد کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوئے آپ کے اعلحضرت کے نزدیک امام اجل ہو سکتے ہیں تو حضرت مولانا گنگوہیؒ پر اعتراض کا کیا حق ہے ؟ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض - اگر کچھ جرأت وصداقت ہو تو امام ابن الحاج کو بھی وہابی بدمذہب کہئے - اور پھر قدرتِ خدا کا تماشا دیکھئے ! اور اگر یہ جرأت نہ ہو تو پھر حضرت گنگوہیؒ کے اس فتوے پر اعتراض کرتے ہوئے شرمایئے - کیونکہ اس فتویٰ پر اس جلیل القدر امام کی مہر تصدیق ثبت ہے - جسکو آپکے اعلحضرت نے امام اجل مانا ہے -

نمبر ۱۹ :- انیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے -

"یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو (نبی کریم صلعم کو) علم غیب تھا صریح شرک ہے" فقط

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفہ ۱)

نہ معلوم معترض صاحب کے نزدیک اسمیں کیا چیز قابلِ اعتراض ہے - یہ چیز تو مسلمہ فریقین ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے - چنانچہ آپکے اعلحضرت فاضل بریلوی خالص الاعتقاد صفہ ۲۳ پر فرماتے ہیں "علم غیب کا خاصۂ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے - اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے - قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ - تم فرما دو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں "

خانصاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور یہ اصول مسلمہ فریقین ہے کہ جو چیز حق تعالیٰ کیلئے خاص ہو اسکو غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے - ورنہ دنیا میں کوئی بھی شرک نہ رہیگا -

بہرحال خانصاحب کی مذکورہ بالا عبارت صاف صاف شہادت دے رہی ہے کہ رسول اللہ صلعم یا کسی دوسری مخلوق کیلئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے - اور اگر کہا جائے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب کا کلام، علم غیب ذاتی یا علم محیط کلی تفصیلی کے متعلق ہے - جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد متصلاً انہوں نے اسکی تصریح بھی فرمادی ہے تو جواب یہ ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ

کی عبارت میں بھی لفظِ علم غیب سے یہی ذاتی اور محیط کل تفصیلی مراد ہے۔ اس کے ثبوت میں بھی ہم آپ کے اعلیٰحضرت ہی کی کہاوت پیش کرتے ہیں۔ فاضلِ بریلوی اسی خالص الاعتقاد صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"آیات و احادیث و اقوالِ علما جنہیں و دکر کیلئے اثباتِ علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں ذاتی و محیط تفصیلی مراد ہیں"

اس عبارت میں خانصاحب نے قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا کہ علماء کے اقوال میں جہاں جہاں غیر اللہ کیلئے علم غیب سے انکار کیا گیا ہے وہاں قطعی اور یقینی طور پر بس یہی دو قسمیں مراد ہوتی ہیں جو خانصاحب کے نزدیک بھی حق تعالیٰ سے خاص ہیں۔ اور غیر اللہ کیلئے اُن کا اثبات شرک ہے۔ خانصاحب کی ان تصریحات کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جس علم غیب کے عقیدے کو شرک لکھا ہے وہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک بھی شرک ہے۔

اخیر میں ہم خانصاحب کی ایک اور عبارت لکھتے ہیں جس میں اُنہوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا بھی علم غیب ذاتی غیر اللہ کیلئے ثابت کرے تو وہ مشرک و کافر ہے۔

خالص الاعتقاد صفحہ ۳۳ پر ہے۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کیلئے محال ہے۔ جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے"

کہئے اسمیں اور فتاویٰ رشیدیہ کے فتوے میں کیا فرق ہے؟

اب رہا حفظ الایمان کی عبارت کی بنا پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب پر شرک کا بیجا الزام تو یہ آپ کی صریح بد دیانتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ حفظ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بعض علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔ نہ علم غیب ذاتی و علمِ محیط تفصیلی کے جو کہ شرک ہے۔ چنانچہ حفظ الایمان کی حسب ذیل عبارتیں اسکا زبردست ثبوت ہیں۔

"مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ، اور لو کنت اعلم الغیب (الآیۃ) وغیرہ فرمایا گیا ہے (حفظ الایمان صف)

اسی حفظ الایمان کے صف ۹ پر ہے۔

"اگر تمام علوم غیب مراد ہیں۔ اسطرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے۔ تو اسکا بطلان دلیل عقلی ودلیل نقلی سے ثابت ہے"

ان دونوں عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ حضرت مولانا کسی مخلوق کیلئے نہ علم غیب ذاتی کے قائل ہیں نہ علم محیط تفصیلی کے جو بالاتفاق شرک ہے۔ لہٰذا حضرت مولانا پر شرک کا بیجا الزام یہ آپ کی خباثت طبیعہ کا ایک ادنیٰ نتیجہ ہے اور تعجب تو یہ ہے۔ کہ آپکے اعلیحضرت بھی رسول اللہ صلعم کیلئے بعض علم غیب عطائی ہی کے قائل ہیں نہ علم غیب ذاتی کے نہ محیط تفصیلی کے۔ جیساکہ اُن کی عبارات محولہ بالا سے معلوم ہوچکا۔ تو آپکے قول کے مطابق آپکے اعلیحضرت خانصاحب بریلوی مشرک اور ڈبل شرک ہوئے یا نہیں؟ ہ

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی — گو مشتِ خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

نمبر ۳۰:۔ معترض صاحب کا بیسواں اعتراض کوے کی حلت پر ہے۔ چونکہ اس مسئلہ پر مفصل اور مبسوط رسالے فریقین کیجانب سے لکھے جا چکے ہیں۔ اسلئے ضرورت صرف اس کے متعلق ہم اتنا عرض کریں گے کہ یہ چیز تو سب کو مسلم ہے کہ غراب کی بعض قسمیں حلال ہیں، اور بعض حرام، اختلاف صرف مصداق میں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حلال وہی ہے جو ہمارے دیار کی آبادیوں میں پایا جاتا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ فرعی ہے اور حلت وحرمت کو اس قسم کے اختلافات ائمہ اہل سنت میں موجود ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک گوہ کا کھانا جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز۔ علیٰ ہذا شوافع کے نزدیک لومڑی حلال ہے اور حنفیہ کے نزدیک حرام، نیز امام شافعی کی ایک روایت کی بنا پر بحری مینڈک حلال ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام۔ غرض حیوانات

کے متعلق اس قسم کے اختلافات جو اہل سنت میں ہوئے ہیں۔ اور غراب کے متعلق جو اختلاف ہے وہ اس سے بھی ہلکا ہے۔ کیونکہ یہاں ایک نوع کے غراب کی حلت متفق علیہ ہے۔ اختلاف صرف مصداق میں ہے۔ ذیل میں ہم فقہائے حنفیہ کی چند عبارات درج کرتے ہیں۔ جن سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ وہ غراب یہی ہے جو ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے۔

چنانچہ تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے "الغراب ثلثة انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانه لا یوکل ونوع یاکل الحب فحسب فانه یوکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضا یوکل عند الامام وهو العقعق لانه کالدجاج۔ وعن ابی یوسف رح انه یکره اکله لانه غالب اکله الجیف والاول اصح"

زیلعی شرح کنز میں ہے

"الغراب ثلثة انواع، نوع یاکل الجیف فحسب فانه لا یوکل ونوع یاکل الحب فقط فانه یوکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضا یوکل عند ابی حنیفة رح وهو العقعق لانه کالدجاج وعن ابی یوسف رحمه الله تعالی انه یکره لان غالب اکله الجیف والاول اصح"

غراب کی تین قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو صرف مردار کھاتا ہو وہ تو حرام ہے، دوسری قسم وہ ہے جو صرف دانے کھاتا ہو وہ حلال ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو دانے اور مردار دونوں کھاتا ہو اور اسکو عقعق کہا جاتا ہے وہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ رح کے نزدیک حلال ہے اسلئے کہ وہ مثل مرغ کے ہے، اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ تیسری قسم مکروہ ہے اسلئے کہ وہ اکثر مردار کھاتا ہے۔ لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب اصح ہے۔

صاحب جامع الرموز "الذی یاکل الجیف" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

"وفیه اشعار بانه لو اکل کل من الثلثة الجیف والحب جمیعا حل ولم یکره وقالا یکره والاول اصح کما فی الخزانة وغیرها"

اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اگر غراب کی تینوں قسموں میں سے ہر ایک نے دانے اور مردار کھانا شروع کر دیا تو سب کے سب حلال ہونگے البتہ صاحبین کے نزدیک مکروہ ہونگے۔ لیکن اصح وہی پہلا مذہب ہے کما فی الخزانۃ وغیرہ

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ کوے کی حلت و حرمت کا مدار صرف اختلاف غذا پر ہے۔ نہ کہ

لہ اس عبارت کا قریب قریب ترجمہ وہی ہو جو بعد والی عبارت کا ہے ۱۲

اختلاف اشکال والوان پر۔ پس جو غراب کہ صرف دانے کھاتا ہے وہ بالاتفاق حلال ہے اور جو صرف نجاست اور مردار خور ہے وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور جو دانے اور نجاست دونوں کھاتا ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بلا کراہت حلال اور جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بکراہت، لیکن صحیح تر قول امام صاحبؒ کا ہے" اور یہ مرغی کی طرح ہے کہ وہ بھی دانے اور نجاست دونوں کھاتی ہے مگر حلال ہے اور اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو کتب فقہ حنفیہ معتبرہ متداولہ، فتاوی عالمگیریہ، عنایہ شرح ہدایہ درِ مختار وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیے!

بہر حال علمائے احناف جس کوّے کی حلت کا فتویٰ دے رہے ہیں وہ وہی ہے جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ رہا یہ کہ عوام کالانعام کو خوش کرنے کیلئے آپ امام ابو حنیفہؒ ہی کے مسلک کی مخالفت باوجود ادعائے حنفیت کے کریں تو یہ آپ ہی کا شیوہ ہے۔ اور اگر آپ کو امام صاحب کے اس مسلک کی مخالفت ہی کرنی تھی تو کوئی دلیل پیش کی ہوتی۔ کیا کسی چیز کی حرمت کیلئے آپ کا صرف اتنا لکھدینا کافی ہے کہ یہ چیز مولانا رشید احمد صاحب کے نزدیک حلال ہے۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

علاوہ ازیں محترم صاحب آپکی یہ کتنی بڑی شرمناک خیانت ہے کہ آپ نے غراب کی حلت کو صرف علمائے دیوبند کیجانب منسوب کر دیا، حالانکہ علمائے کانپور مولانا احمد حسن صاحب علمائے رامپور مولانا مفتی سعد اللہ صاحب، مولانا جعفر علیخانصاحب۔ علمائے لاہور مولانا غلام احمد صاحب مولانا ابو محمد احمد صاحب۔ علمائے علیگڑھ مولانا لطف اللہ صاحب، مولانا عبد اللہ صاحب وغیرہ وغیرہ صدہا علمائے حنفیہ نے اسکی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ جو آپ کے بھی سرتاج ہیں (ملاحظہ ہو فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب) اگر ہمت ہو تو ان علمائے کرام پر بھی وہابیت کا فتویٰ لگائیے! ؎

آن شوخ سرخ جامہ سوار سمند شد یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

نمبر ۲۱ ، اکیسواں اعتراض فتاوی رشیدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔ سائل نے ایک طویل سوال کے ضمن میں دریافت کیا تھا کہ تقویۃ الایمان کیسی ہے ، اس کا پڑھنا اچھا ہے یا بُرا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ :۔

" کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اسکے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں ۔ اس کا رکھنا ، اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے ، اور موجب ہے اجر کا "

معترض صاحب نے اس فتوی کا صرف آخری خط کشیدہ حصہ ازراہِ خیانت نقل کیا ہے اور اگر فتوی کی پوری عبارت اس جگہ نقل کر دیتے تو ناظرین اسی سے جواب بھی سمجھ لیتے کیونکہ اسمیں تصریح ہے کہ تقویۃ الایمان کے تمام استدلالات قرآن وحدیث سے ہیں ۔ اور جس کتاب کے مضامین کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہو اور اسمیں کتاب وسنت ہی کی ترجمانی کیگئی ہو تو ظاہر ہے کہ اسمیں جو کچھ ہوگا وہ اسلام ہی ہوگا ۔ پھر اسکا رکھنا ، اور اسکا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا عین اسلام کا رکھنا ، اور عین اسلام کا پڑھنا ، اور عین اسلام پر عمل کرنا ہوگا ۔ کیونکہ اسلام انہیں عقائد و اعمال کا تو نام ہے جو کتاب وسنت میں بتلائے گئے ۔ خلاصہ یہ کہ تقویۃ الایمان کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کو اگر اسلام کہا گیا تو صرف اسوجہ سے کہ اسمیں جو کچھ ہے وہ قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے ، اسمیں سب سے بڑی چیز جو اسکے تمام مضامین کی روح ہے وہ توحید کی تعلیم ہے ۔ جس نے مسلم نما مشرکوں ، قبر پرستوں ، تعزیہ پرستوں کو نعل در آتش کر دیا اور ظاہر ہے کہ توحید اسلام کا رکن رکین ہے ۔ غرض اسی لحاظ سے اسکو عین اسلام کہا گیا ہے کہ اسمیں جو کچھ ہے اسلام ہی کی شرح ہے ۔ لیکن باوجود اسکے آپکا یہ ہذیان کہ قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان کا درجہ قرآن مجید سے بڑھا ہوا ہے ۔ آپکی جہالت و بطالت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے ، البتہ اب بدنصیب کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو اپنے وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ :۔

" میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اسپر مضبوطی سے قائم رہنا ، ہر فرض کے

اہم فرض ہے۔ (ملاحظہ ہو وصایا شریف صفحہ ۱۲ مطبوعہ بریلی)

غضب خدا کا سب سے زیادہ اہم فرض تبلایا تو اس دین و مذہب پر قائم رہنے کو جو قرآن یا احادیث سے نہیں بلکہ خود بدولت کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خانصاحب کے نزدیک اُنکی کتابوں کا جو اعلیٰ مرتبہ ہے وہ قرآن مجید کو بھی حاصل نہیں۔ اگر اللہ نے توفیق دی اور ضرورت سمجھی گئی تو کبھی ہم ان خانصاحب کا وہ دین و ایمان بھی ہدیۂ ناظرین کریں گے جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے جس کے مطالعہ کے بعد ہر مسلمان کا دل پکار اُٹھیگا ؎

این ہمہ ہا گفتن و دینِ پیمبر داشتن
ہرگزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد

نمبر ۲۲:- بائیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ کی حسب ذیل عبارت پر ہے، حصہ دوم صفحہ ۱۱

"اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں"

اعتراض یہ ہے کہ پھر وہابی کہنے سے دیوبندی کیوں چڑھتے ہیں! کیا دیندار اور متبع سنت ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے"

واقعہ یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پکے مقلد اور سچے سنی حنفی ہیں۔ چنانچہ باوجود سخت تعصب و عناد کے معترض صاحب نے بھی انکی حنفیت کو جواب ۲۳ میں تسلیم کیا ہے۔ مگر آجکل ہندوستان کے اکثر حصوں میں بدعتیوں کا شعار ہو گیا ہے کہ عوام کو دھوکا دینے کیلئے اس جماعتِ حقہ کو وہابی کہا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ اہلِ سنت اور احناف کے علاوہ یہ کوئی دوسرا فرقہ ہے۔ تاکہ بدعاتِ قبیحہ و رضا خانیت شنیعہ کے پروپیگنڈے کیلئے اچھا موقعہ ہاتھ آئے۔ پس حضرت مولانا گنگوہیؒ کا یہ ارشاد کہ "اس وقت ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں" بالکل صحیح ہے۔

اور رہا آپ کا یہ خیال کہ وہابی کہنے سے دیوبندی کیوں چڑتے ہیں تو یہ آپ کی محض نرا بڑ ہے البتہ آپ کا یہ ناپاک پروپیگنڈہ قابلِ نفرت و ملامت ضرور ہے۔ رہا دیندار و متبع سنت ہونا تو یہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے جو قبر پرست یا تعزیہ پرست ہو، عرسوں اور قوالیوں میں ناچنے والا ہو۔

ڈھولک اور ستار بجانیوالا ہو، چادریں اور گاگریں چڑھانیوالا ہو، خانصاحب کے اس دین و مذہب پر فدا ہونیوالا ہو جیسے ہر رضا خانی کا مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔
ہاں اس موقعہ پر ہم معترض صاحب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب آپ لوگوں کے نزدیک خانصاحب کے اس دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے جو کتاب و سنت سے نہیں بلکہ خود بدولت کی کتابوں سے ظاہر ہے اور اسی وجہ سے آپ لوگ اُن کو اپنا امام برحق و مجدد ملت بھی مانتے ہیں تو پھر جبکہ آپ لوگوں کو رضا خانی کہا جاتا ہے تو اس لفظ سے چڑنے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن باایں ہمہ آپ لوگ چڑتے ہیں، کیا خانصاحب کے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا بُرا معلوم ہوتا ہے؟ دیکھا ،، کما تدین تدان ،، ایسکا نام ہی
نمبر ۲۳ :۔ معترض صاحب کا تئیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۷۵ کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے۔

سوال :۔ عبدالوہاب نجدی کیسے شخص تھے۔

الجواب :۔ محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا، مگر تشدید اُسکے مزاج میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

محمد بن عبدالوہاب کے متعلق مختلف قسم کی شہرتیں ہیں اس زمانہ کے بعض علماء کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کے عقائد اچھے نہیں تھے۔ چنانچہ شامی نے ایسا ہی لکھا ہے اور بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ اُسکا مسلک علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے موافق تھا۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی جو اس زمانہ کے جلیل القدر حنفی عالم اور بغداد کے مفتی اعظم تھے اُسکے متعلق یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ مذہباً حنبلی تھا اور اُسکے خلاف جو مذہبی پروپیگنڈا کیا گیا وہ غلط اور اُسکو سیاسی شکست دینے کیلئے تھا۔ غرض محمد بن عبدالوہاب کے متعلق دونوں قسم کے بیان موجود ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہی رح کو آخر الذکر اطلاعات زیادہ باوثوق ذرائع سے پہنچیں۔ اسلئے انہوں نے اُس کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا، چنانچہ انہوں نے اسکی تصریح بھی فرمادی ہے کہ یہ اس خیال کی بنیاد ان اطلاعات پر ہے کہ وہ حنبلی المذہب تھا عامل بالحدیث تھا شرک و بدعت سے لوگوں کو روکتا تھا۔ اور جس شخص کے ایسے حالات ہوں وہ یقیناً اچھا آدمی کہا جائے گا

لیکن اکابر علمائے دیوبند میں سے بعض حضرات وہ بھی ہیں جن کو اسکے خلاف اطلاعات پہنچیں، اور انہوں نے اپنی تصانیف میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکی جماعت کے خلاف لکھا چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکی جماعت کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔

الغرض علامہ محمود آلوسی مفتی بغداد اور حضرت مولانا گنگوہی رح نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق جو خیال ظاہر کیا وہ ان خبروں کی بنا پر تھا۔ جو اُن کو پہنچیں۔ اور علامہ شامی اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے جو اس کے خلاف خیال ظاہر کیا وہ ان اطلاعات کی بنا پر تھا جو ان کو پہنچیں ـــ اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ غوث پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر علمائے اُمت میں حضرت امام ابوحنیفہ رح کے متعلق ہوا کہ تمام علما و حضرت امام صاحب کو اہل سنت کا امام مانتے ہیں۔ اور حضرت غوث اعظم نے بعض چغلخوروں کی کچھ اطلاعات کی بنا پر اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں انکو فرقہ ضالہ مرجیہ میں لکھدیا، لیکن یہ اختلاف فی الحقیقت مسلک کا نہیں بلکہ اطلاعات کا ہے

اور ایسا ہی وہ اختلاف ہے جو خود حضرت غوث اعظم کے متعلق جلیل القدر عالم امام ابن جوزی محدث، اور دیگر علمائے امت میں ہوا۔ کہ امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ کو کافر تک لکھدیا۔ اور دوسرے علمائے اُمت حضرت قدس سرہ کو اکابر اولیا سے مانتے ہیں۔ پس یہ اختلاف فی الحقیقت مسلک کا اختلاف نہیں بلکہ اطلاعات کا اختلاف ہے کہ امام ابن الجوزی کو بدباطن لوگوں نے حضرت شیخ کے متعلق اس قسم کی اطلاعات پہنچائیں جیسے

کہ جھوٹوں کے بادشاہ مجدد التکفیر والبدعات مولوی احمد رضا خاں نے علمائے دیو بند کے متعلق علمائے حرمین شریفین تک غلط اطلاعات پہنچائیں اور دھوکہ دیکر اپنے کفری فتوے حسام الحرمین کی تصدیق کرائی ۔

اخیر میں ہم تتمۂ کلام کے طور پر اتنا اور عرض کر دیتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد و اعمال اگر اچھے تھے تو وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور اگر بُرے تھے تو وہ عند اللہ بھی بُرا ہے — تلک أمة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ط

نمبر ۲۴: چوبیسواں اعتراض فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صہ ۴۹ کے اس فتویٰ پر ہے جس میں علمبردار توحید و سنت قامع شرک و بدعت مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ولی اور شہید ثابت کیا گیا ہے ۔

معترض صاحب نے اس موقعہ پر فتاویٰ کی عبارت ناقص نقل کی ہے ۔ ہم اس پوری عبارت کو نقل کرتے ہیں ۔

الجواب: — مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم متقی، بدعت کے اُکھاڑنے والے اور سُنت کے جاری کرنیوالے، اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے، اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے — اور تمام عمر اسی حال میں رہے، آخر کار جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔ پس جب کا ظاہر حال ایسا ہوئے وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاءہ الا المتقون، کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متقیوں کے ۔

بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور جب فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقتہ فقد وجبت لہ الجنۃ (الحدیث) کے وہ جنتی ہیں سو ایسا جو شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقوے کیساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو وہ قطعی جنتی ہے ۔ اور مخلص ولی ہے ۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صہ ۴۹)

معترض صاحب فائدہ کے تحت میں اسپر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ کہ

"عقیدت اسی کو کہتے ہیں، قرآن وحدیث سے مولوی محمد اسمٰعیل کو ولی اور شہید بناڈالا"

بیشک ولایت اور شہادت ایسی ہی چیز ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ہی ثابت کیجا سکتی ہے آپ کے نزدیک ان چیزوں کا ثبوت، شاید وید، شاستر، منوسمرتی، وصایا شریف، ملفوظات اعلیٰحضرت اور رامائن وغیرہ سے ہوتا ہوگا ۔ معترض صاحب نے اس موقعہ پر بڑے درد آمیز لہجہ میں یہ شکایت بھی کی ہے کہ :۔

"غوث پاک رضی اللہ عنہ اور اولیاء کرام کیلئے کبھی ایسی تکلیف گوارا نہ ہوئی ان کی گیارہویں اور فاتحہ کو شرک کہتے کہتے عمر گذار دی"

معترض صاحب آپ حضرت شہیدؒ دہلوی کی ولایت وشہادت کے منکر ہوکر سامنے آئے ہیں اسلئے ہمیں ضرورت پڑی ہے کہ ان کی ولایت وشہادت کو ثابت کریں ۔ اور اگر آپ کا کوئی بھائی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ولایت کا منکر ہو کر سامنے آئے تو آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ حضرت قدس سرہٗ کی ولایت کا ثبوت بھی ہم قرآن وحدیث ہی سے دیں گے ۔

مگر ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے ۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اپنی ولادت اور وفات کی تاریخیں قرآن کریم سے خود استخراج فرمائی ہیں ۔ "تاریخ ولادت ۔ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدھم بروح منہ ۔ تاریخ وفات ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب"
۱۲۷۲ھ ۱۳۴۰ھ
کہئے ان بڑے میاں کے متعلق کیا فتویٰ ہے ۔

ہاں یہ شکایت آپ کی بالکل بجا ہے کہ ہمارے اکابر نے گیارہویں، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ بدعات کا رد کرتے کرتے عمریں گذار دیں ۔ "سچ پوچھئے تو آپ حضرات کی یہ ساری جلن اسی لئے ہے، کہ جلیبی، فیرنی چھن گئی، حلوے، پراٹھے بند ہو گئے ۔ پوری، کچوریوں میں کمی آگئی، حد ہو گئی کہ اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم بھی

کوئی نہیں چڑھاتا۔ درحقیقت ہمارے اکابر کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ اُنہوں نے آپ حضرات کی شکم پروری کے دروازے بند کردیے۔ آقائے کائنات روحِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہت سے بتوں کے پجاریوں کو یہی شکایت تھی کہ آپکی اس دینی تحریک سے ہمارے دیوتاؤں کے چڑھاووں میں بہت کمی آگئی ہے۔ سچ ہے۔ تشابہت قلوبہم

نمبر ۲۵،۲۶:- معترض صاحب کا پچیسواں چھبیسواں اعتراض صراطِ مستقیم صفحہ ۸۶ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔

"صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جنابِ رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ خر خود است کہ خیالِ آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود وایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک می کشد۔"

عبارت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے ہم معترض صاحب کی دو صریح خیانتوں پر ناظرین کو مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی خیانت تو یہ کی کہ اس عبارت کو حضرت مولانا شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منسوب کیا، حالانکہ یہ عبارت مولانا کی اپنی نہیں ہے اور نہ صراطِ مستقیم حضرت مولانا کی مستقل تصنیف ہے۔ بلکہ وہ اُن کے شیخ حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کے بعض ابواب کی ترتیب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے۔ اور بعض ابواب کو خود حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے۔ مذکورہ بالا عبارت باب دوم میں ہے اور وہ مولانا عبدالحی صاحب کا مرتب کردہ ہے۔ جیسا کہ خود صراطِ مستقیم میں اسکی تصریح موجود ہے۔ پس حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کو مطعون کرنے کیلئے اس عبارت کو اُن ہی کیجانب منسوب کرنا شرمناک خیانت ہے۔

دوسری خیانت یہ کی گئی کہ عبارت میں "صرفِ ہمت" کا لفظ تھا۔ جسکا دوسرا نام صوفیہ کی اصطلاح میں شغلِ برزخ اور شغلِ رابطہ ہے۔ خائن معترض نے اُسکو خیال آنے سے تعبیر کردیا

حالانکہ ""صرف ہمت"" اور خیال آنے یا لانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن جس کے مذہب کا سنگِ بنیاد ہی افتراپردازی اور بہتان طرازی ہو اُس سے اس قسم کی خیانتوں کی شکایت بالکل بے نتیجہ ہے۔ اسلئے اب ہم صراط مستقیم کی اصل عبارت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پہلے چند امور بطور تمہید کے عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) صوفیہ کے بعض سلسلوں میں شغلِ برزخ رائج ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ سالک کی توجہ کو یکسو کرنے کیلئے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ مراقبہ میں اپنے شیخ کا تصور کرے اور تمام خیالات سے اپنے دل کو خالی کر کے اسمیں شیخ کی صورت کو جمائے اور بس اسی کا دھیان باندھے کبھی یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اسی طرح مراقبہ میں وہ رسول اللہ صلعم کا تصور کرے اور اپنے دل کو ہر قسم کے خیالات وخطرات سے خالی کر کے اسمیں رسول اللہ صلعم ہی کا دھیان باندھے ۔ حتیٰ کہ اُسوقت قلب میں حق تعالیٰ کا بھی دھیان نہ ہو۔ تاکہ پوری یکسوئی حاصل ہو جائے

غرض شغلِ برزخ کی یہ صورت تھی جو صوفیاء کے بعض سلاسل میں رائج تھی۔ اور اب تک بھی رائج ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام صرفِ ہمت ہے۔

(۲) صراط مستقیم کی مندرجہ بالا عبارت میں گاؤخر کے الفاظ آئے ہیں، فارسی محاورہ میں گاؤخر متاعِ دنیا کو کہتے ہیں۔ چنانچہ فارسی کی ایک بہت مشہور مثل ہے۔

"" مارا چہ ازیں قصہ گاؤ آمد وخر رفت ""

جب کوئی شخص کسی واقعہ سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے تو وہ یہ مثل کہتا ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی نے کچھ کیا ہمیں اس سے کیا غرض، نیز فارسی کا مشہور شعر ہے ؎۔

برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر   ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ظاہر ہے کہ اس شعر میں گاؤخر سے صرف گدھا اور بیل مراد نہیں، بلکہ تمام وہ چیزیں مُراد ہیں جو خدا سے غافل کرنیوالی ہوں۔ گاؤخر کی یہ شرح خود صراط مستقیم میں بھی مذکور ہے۔

(۳) صراط مستقیم میں جس مقام پر یہ عبارت ہے وہاں اخلاص فی العبادت کا بیان ہ

اور یہ ذکر کیا جارہا ہے کہ شیطان کسطرح عبادت میں خلل انداز ہوتا ہے ۔ اس سلسلہ میں پہلے یہ بتلایا گیا ہے کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا طریقہ ہر مذاق کے انسان کے ساتھ جدا گانہ ہے ۔ ایک نحوی و صرفی کی نماز کو وہ اسطرح خراب کرتا ہے کہ قرأت کے وقت اسکو کلمات قرآنیہ کی نحوی ترکیب، و صرفی تعلیل میں الجھا دیتا ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ خشوع و خضوع جو نماز کا مغز ہے باقی نہیں رہتا، اور مثلاً ایک فقہ سے دلچسپی رکھنے والے کو وہ فقہی استنباطات میں الجھا دیتا ہے ۔ اور اسطرح وہ خشوع اور خضوع سے دور جا پڑتا ہے ۔ اسی طرح سالکان راہِ طریقت کو بھی بعض ایسی چیزوں میں الجھاتا ہے ۔ جو اُن کے مذاق کی ہوں ۔ مگر حقیقت خشوع سے دور کرنے والی ہوں ۔ انہیں میں سے ایک شغل برزخ بھی ہے ، جسکو صرف ہمت بھی کہتے ہیں

ان تمہیدی مقدمات کے بعد سمجھئے کہ صراطِ مستقیم کی زیر بحث عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر اپنے شیخ یا کسی بزرگ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرنا یعنی اپنے قلب کو تمام خیالات حتیٰ کہ توجہ الی اللہ سے بھی قصداً خالی کر کے اور پھر کو شیخ یا رسول اللہ صلعم ہی کو مرکز توجہ بنا لینا ، یہ زیادہ مضر ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان دوسری دنیوی چیزوں کے وساوس میں مستغرق ہو جاوے ، کیونکہ اوّل تو وساوس اپنے قصد و اختیار سے نہیں ہوتے پھر یہ کہ مسلمان کو ان سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہو سکتی ۔ جو مفضی الی التعظیم ہو بلکہ اُن کی حقارت مدنظر رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب اسکو اسطرف توجہ ہوتی ہے تو وہ خود اپنے تمام وسوسوں کو دل سے نکال دیتا ہے ۔ اور پھر خشوع و خضوع پیدا کر لیتا ہے ، بخلاف صرف ہمت کے کہ اسمیں بالقصد اپنی توجہ کا مرکز ، شیخ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا جاتا ہے اور اسوقت ان کے تصور کے سوا ہر خیال کو حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے خیال کو بھی دل سے نکالکر شیخ یا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی صورت کو تعظیم و اجلال کے ساتھ ملحوظ و مقصود بنانا پڑتا ہے جس سے انسان نماز میں خدا کیطرف توجہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اُسکی تعظیم و تکریم اسوقت غیر اللہ کیلئے ہوتی ہے جو شرک کے خطرہ سے خالی نہیں ۔ حالانکہ خود سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ — عبادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اسطرح متوجہ ہو کر خدا کی عبادت
فان لم تکن تراہ فانہ یراک (الحدیث) — کرو کہ گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اسکو نہیں دیکھ رہے
ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے

اور ظاہر ہے کہ جو شخص نماز میں شغل رابطہ کرے یعنی اپنے شیخ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرے تو اسکو بالقصد خدا کی طرف سے توجہ ہٹانی پڑیگی ۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے باغی ہوگا ۔

بخلاف اس شخص کے جس کے دل میں غیر قصدی طور پر دنیاوی وساوس آویں کہ وہ شرعاً معذور ہے اور نیز جو وقت بھی اسکو یہ خیال آجائیگا کہ میں نماز میں ہوں تو وہ فوراً ان وسوسوں کو دل سے نکالنے کی کوشش کریگا ۔

بہرحال نماز میں شیخ یا رسول اللہ صلعم کیطرف صرف ہمت کرنے اور دوسرے دنیاوی وساوس آنے میں یہ فرق ہے اور اسی وجہ سے صرف ہمت کو بہ نسبت وساوس کے بدتر کہا گیا ہے ۔

لیکن بغیر اس شغل رابطہ اور صرف ہمت کے نماز میں رسول اللہ صلعم کے خیال کا آنا یا حسب موقعہ لانا ہرگز مضر نہیں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آئے بغیر نماز کامل ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ نماز میں وہ آیات جنمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہے اور التحیات اور درود شریف پڑھے جاتے ہیں ۔ اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص نماز میں ان کو پڑھے ۔ اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ آئے کیونکہ ان میں آنحضرت صلعم کا ذکر پاک ہے لیکن ہم عرض کر چکے ہیں کہ خیال آنے ولانے ، اور صرف ہمت " میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس فرق کو نہ سمجھنے والا یقیناً سخت جاہل ہے ۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مزید تسہیل کیلئے ہم اسکی ایک مثال بھی عرض کرتے ہیں ۔ ایک شخص فریضہ حج ادا کرنے کیواسطے گھر سے روانہ ہوتا ہے، پس اگر وہ اپنی غلط کاری سے بمبئی یا کراچی کی سیر و تفریح میں معروف ہوجائے

تو اس کے متعلق یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ جبوقت اسکو یہ خیال آئیگا کہ مجھے کہاں جانا ہے اور میں کہاں ہوں تو وہ اس سیر و تفریح کے بیکار شغلے کو چھوڑ کر منزلِ مقصود بیت اللہ کیطرف روانہ ہوجائیگا - لیکن اگر یہی شخص کراچی یا بمبئی سے سیدھا مدینۂ طیبہ چلاجائے اور وہاں کی روحانی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوکر اسی کو اپنی منزلِ مقصود قرار دے لے تو اگرچہ وہ تاجدارِ مدینہ صلعم کے فیوض سے متمتع ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ اسکا فریضۂ حج رہجائیگا - اور رسولِ خدا صلعم اس ترکِ فرض کی بنا پر یقیناً اس سے ناراض ہونگے، ہاں اگر وہ مدینۂ طیبہ اس طور پر جائے کہ فریضۂ حج سے محروم نہ رہے تو یہ اسکے سعادتِ دارین کا باعث ہوگا -

ٹھیک اسی طرح سمجھئے کہ جو شخص نماز کی حالت میں دُنیاوی وساوس میں مبتلا ہو، اس سے یہ اُمید کیجاتی ہے کہ جبوقت اُسکو تنبہ ہوگا وہ ان وساوس کو دل سے نکالکر متوجہ بحق ہوجائیگا - لیکن جو شخص نماز میں داخل ہونیکے بعد شغل برزخ یعنی صرفِ ہمت شروع کردے تو اُس سے یہ توقع نہیں کیونکہ یہ مقصدی اور اختیاری چیز ہے نیز اسمیں تمام خیالات حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے خیال کو بھی دل سے نکالنا شرط ہے - جو حقیقتِ نماز کے قطعاً منافی ہے - اسلئے یہ چیز بہ نسبت وساوس کے زیادہ مضر ہوگی - اور انجام کار وہ شخص خشوع سے محروم رہیگا - اور خدائے عزوجل اور رسول اللہ صلعم کی ناراضگی کیوجہ سے یقیناً وہ گناہگار ہوگا -

اور جو شخص بغیر صرفِ ہمت کے موقع اور محل سے آنحضرت صلعم کا خیال لائے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اپنی توجہ کو منقطع نہ کرے (جیساکہ صرفِ ہمت میں کیا جاتا ہے) تو اُسکی نماز کامل بلکہ اکمل ہوگی - اور خود اسی صراطِ مستقیم میں اس مقام پر تصریح ہے کہ اگر حالتِ نماز میں من جانب اللہ ملائکۃ الرحمٰن یا ارواحِ انبیاء و اولیاء کا انکشاف اور ان سے ملاقات ہو تو وہ قبیح اور مذموم نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا جلیل القدر انعام ہے - جو خاص عبادِ مخلصین کو دیا جاتا ہے - ہاں قبیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ کیطرف سے توجہ پھیر کر اُن چیزوں کی فکر میں لگاجائے - اصل عبارت صراطِ مستقیم کی اسطرح ہے

" و نباید دانست کہ سنوحِ مسائلِ عزیبہ و کشفِ ارواح و ملائکہ در نماز قبیح است ،

بلکہ توجیہہ ہمت وقصد ایں کار در طویت و امتزاج ایں مدعا در نیت مخالف خلوص مخلصان است ، واما سنوح وکشف مذکورین پس از قبیل خلعتہائے فاخرہ است کہ مخلصان متفرقی حضورِ حق را بسبب دور عنایتہا بآں می نوازند پس در حق ایشاں کمالے است کہ در موطن مثال مجسم گردیدہ و نماز ایشاں عبادتے ست کہ ثمرہ اش بنظر رسیدہ "

صراط مستقیم کی اس تصریح کے بعد بھی اگر کوئی مفتری یہ کہے کہ (معاذ اللہ) حضرت شہیدؒ کے نزدیک نماز میں حضور کا خیال آنا بُرا ہے تو وہ کذاب ہے اور لعنت اللہ علی الکاذبین " ہمارے ۵ پاس اس کا جواب ہے ۔

یہاں تک تو ہم نے صراط مستقیم کی عبارت کا مطلب واضح کیا ہے ۔ اس کے بعد مناظرانہ رنگ میں ایک دوسری چیز عرض کرتے ہیں ۔

(الف) رضاخانیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ عبارت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ہے ۔

(ب) اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین کیگئی ہے اور آپ کو معاذ اللہ صاف صریح گالیاں دی گئی ہیں ۔ اور اسمیں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں ۔ (ملاحظہ ہو کوکبہ شہابیہ صفحہ ۳۱ و ۳۴)

اور یہ بھی اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی شانِ پاک میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے جہنمی ہے جو اُسکے کفر اور عذاب ابدی میں شک کرے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے ۔

بایں ہمہ آپکے اعلحضرت فاضلِ بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب اُنہیں حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے متعلق تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں ۔

" اور میں امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا "

---

۵ اس بحث کی پوری تفصیل اگر کسی کو دیکھنی ہو تو " دفتر الفرقان بریلی " سے " نماز شہید " منگوا کر دیکھئے ۔ جسمیں صراط مستقیم کی اس پوری فصل کی نہایت مبسوط اور واضح شرح کیگئی ہے ۔

قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰ / ۔ کاغذ معمولی ۸ / ۔ (ناظم دفتر الفرقان بریلی)

نیز اسی تمہید ایمان صفحہ ۲۲ پر حضرت شہیدؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

"علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی جواب ہے وفیہ الصواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی

وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد"

اب کیا فرماتے ہیں مصباح جدید کے نئے مصنف اور رضاخانی برادری کے دوسرے علماء کرام کہ آپکے اعلیٰ حضرت شہید مرحوم کو مسلمان لکھکر کافر ہوئے یا نہیں؟ اور اب ان کو اعلیٰحضرت کہنے والے بلکہ اُن کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ماننے والے، بلکہ اُن کے کفر میں ذرہ برابر شک کرنیوالے کافر، مرتد، خارج از اسلام ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

خدا کے شہید تجھ پر تیرے مولیٰ کی بیشمار رحمتیں! تو نے زندگی میں بھی جہاد کیا اور کافروں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ تو حسب تصریح قرآن آج بھی زندہ ہے اور بیشک تیرا روحانی جہاد آج بھی جاری ہے۔ دشمنانِ صداقت کو آج بھی تیرے وار سے پناہ نہیں، تیری شان میں گستاخیاں کرنیوالے "شاھدین علی انفسہم بالکفر" کے مطابق خود اپنے منہ سے کافر بن رہے ہیں۔ بیشک تو شہید ہے، ہاں تو زندہ ہے، تیری کرامت حق ہے، تیری روحِ پاک پر اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں۔

نمبر ۲۷۔ معترض صاحب کا ستائیسواں اعتراض یہ ہے۔

بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۴۵ پر ہے، کفر اور شرک کی باتوں کا بیان، اسی میں ہے کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اُسکو خبر ہوگئی، کسی سے مرادیں مانگنا، کسی کے سامنے جھکنا۔ اسی میں صفحہ ۴۷ پر ہے، سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلانا کام ہوجائیگا۔

معترض صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں جن چیزوں کو کفر و شرک کی باتوں کے بیان میں لکھا گیا ہے وہ فی الحقیقت کفر و شرک نہیں ہیں۔ اور نہ اُن کے کرنے سے کوئی کافر و مشرک ہوتا ہے۔

معترض صاحب نے اس موقعہ پر بہشتی زیور صفہ ۴۵ کے حوالہ سے جو تین چیزیں نقل کی ہیں وہ تو فی الحقیقت موجب شرک ہیں جیسا کہ انشاء اللہ ہم ابھی عرض کریں گے۔

البتہ صفہ ۴۶ سے جو تین چیزیں نقل کی ہیں وہ بیشک ایسی نہیں ہیں جنہیں کرنے سے آدمی فی الحقیقت کافر و مشرک ہو جاتا ہو۔ اور نہ ان چیزوں کو بہشتی زیور میں موجب شرک و کفر کہا گیا ہے۔ رہا معترض صاحب کا یہ مغالطہ کہ جب کفر و شرک کی باتوں کے بیان میں اُن کا ذکر کر دیا گیا تو گویا اُن کو بھی موجب کفر و شرک ہی قرار دیا گیا۔ تو اسی کے ازالہ کیلئے بہشتی زیور کے مکمل اڈیشنوں میں حاشیہ پر اسکو واضح کر دیا گیا ہے کہ کفر و شرک کی باتوں سے صرف موجبات کفر و شرک ہی نہیں مراد ہیں بلکہ وہ تمام امور مراد ہیں جو کفر و شرک سے کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ چنانچہ بہشتی زیور مکمل مدلل مطبوعہ مجتبائی کے صفہ ۳۸ پر یہ عنوان ہے۔

"کفر و شرک کی باتوں کا بیان"

پھر اس پر ذیل کا حاشیہ لکھا گیا ہے۔

یعنی اُن باتوں کا بیان جنکو کفر و شرک کیساتھ ایک قسم کا خاص تعلق ہے۔ خواہ اسوجہ سے کہ موجب شرک و کفر ہیں، یا اسوجہ سے کہ رسوم و اوضاع کفار و مشرکین سے ہیں۔ یا اسوجہ سے کہ موہم کفر و شرک سے ہیں۔ یا اسوجہ سے کہ مفضی الی الشرک ہیں

اس حاشیہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس عنوان کے ماتحت وہ چیزیں بھی ذکر کیجائیں گی جو حقیقتاً کفر و شرک ہیں اور وہ چیزیں بھی ذکر کی جائیں گی جو اگرچہ فی الحقیقت کفر و شرک نہیں لیکن موہم شرک ہیں یا مفضی الی الشرک ہیں، یا کفار و مشرکین کے اوضاع و اطوار سے ملتی جلتی ہیں، پس سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش وغیرہ نام رکھنا کسی کام کو اللہ اور اُس کے رسول (صلعم) دونوں کی مشیت پر محمول کرنا۔ اگرچہ حقیقتاً کفر و شرک نہیں لیکن موہم شرک ضرور ہیں۔ اور اسی واسطے حدیث شریف میں ان چیزوں سے صاف صریح ممانعت وارد ہوئی ہو۔

اسی طرح سہرا باندھنا بھی اگرچہ کفر و شرک نہیں لیکن وہ کفار کی رسوم میں سے ہے۔

بہر حال بہشتی زیور میں اس موقعہ پر ان چیزوں کا بیان اسی حیثیت سے کیا گیا ہے کہ یہ چیزیں
موہم شرک اور کفار و مشرکین کی رسوم سے ملتی جلتی ہیں، اور حاشیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں
اس چیز کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے، ایسی حالت میں معترض صاحب کا بہشتی زیور کی اس عبارت پر
اعتراض کرنا اور حاشیہ کے نوٹ سے آنکھیں بند کر جانا انتہائی شرمناک بد دیانتی ہے -

لیکن بالفرض اگر بہشتی زیور کے حاشیہ پر اس جگہ یہ نوٹ بھی نہ ہوتا جب بھی معترض صاحب
کو کسی طرح اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ تھا، بلکہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہاں ان چیزوں کا بیان صرف
ضمناً اور تبعاً آگیا ہے - یا یہ کہ ان چیزوں کو تغلیظاً اور تشدیداً کفر و شرک کے بیان میں لکھدیا گیا ہے
اگر معترض صاحب کو قرآن و حدیث کے مطالعہ کی کبھی توفیق ہوئی ہے تو اُن کو معلوم ہوگا کہ اللہ اور
اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض ایسے گناہوں پر جو حقیقتاً کفر و شرک نہیں ہیں، تغلیظاً اور
تشدیداً کفر کا اطلاق کیا ہے اور اسی واسطے علمائے اُمت نے " کفر دون کفر " شرک دون
شرک " کے اصول کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ جس حدیث میں عمداً نماز کے ترک کرنیوالے کو کافر کہا گیا ہی
حنفیہ کے نزدیک اُسکی توجیہ یہ بھی ہے کہ اسکو تغلیظاً کفر کہدیا گیا ہے - نیز حدیث شریف میں غیر اللہ
کی قسم کھانے کو بھی شرک کہا گیا ہے - حالانکہ وہ حقیقی شرک نہیں - بلکہ ایک معصیت ہے -
علیٰ ہٰذا قرآن حکیم میں عبد الحارث نام رکھدینے پر بھی شرک کا اطلاق کر دیا گیا ہے - چنانچہ آیت کریمہ
فلما اتاهما صالحا جعلا له شرکاء کی تفسیر حدیث شریف میں یہی وارد ہوئی ہے - ملاحظہ
ہو ترمذی شریف کتاب التفسیر

اور ظاہر ہے کہ شرک فی التسمیہ وہ حقیقی شرک نہیں جو موجب خلود فی النار ہو - خلاصہ یہ کہ جسطرح
آیات و احادیث میں ان امور (ترک صلوٰۃ عمداً، حلف بغیر اللہ اور عبد الحارث نام رکھدینے) کو
محض تغلیظاً کفر و شرک کہدیا گیا ہے، اسی طرح بہشتی زیور میں بھی شرک فی التسمیہ، شرک فی المشیۃ
وغیرہ کو اس باب میں نقل کر دیا گیا ہے - پس معترض صاحب میں اگر جرأت و ہمت ہو تو بہشتی زیور سے
پہلے وہ قرآن و حدیث پر اعتراض کر کے خدا اور اُسکے رسول صلعم سے جنگ کا اعلان کریں لیکن غالباً

وہ ایسا نہ کریں گے کیونکہ پیر کو کری کی خبر نہیں۔

بقول محترم صاحب بہشتی زیور صفحہ ۴۵ پر کفر و شرک کی باتوں کا بیان میں یہ بھی لکھا ہے

"کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اسکو خبر ہوگئی، کسی سے مرادیں مانگنا، کسی کو سامنے جھکنا"۔

محترم صاحب کو ان چیزوں کے کفر و شرک ہونے میں بھی کلام ہے حالانکہ یہ تینوں چیزیں فی الحقیقت شرک ہیں۔ بیشک اللہ کے سوا کسی دوسرے کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر جگہ سے ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ شرک ہے۔ کیونکہ یہ چیز لوازم الوہیت میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۲ پر فرماتے ہیں

وانبیاء مرسلین علیہ السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند

(اور انہیں عقائد باطلہ شرکیہ میں سے یہ بھی ہے) کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت مثلاً علم غیب، اور ہر شخص کی فریاد کا ہر جگہ سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرے۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی فریاد کو ہر جگہ سے سننا یہ لوازم الوہیت میں سے ہے۔ پس اگر غیر کے لئے کوئی شخص اسکو مانیگا تو یقیناً شرک ہوگا اعاذنا اللہ من حاللہ۔ ایسے ہی اللہ کے سوا کسی دوسرے کو مستقل حاجت روا سمجھنا اور اس بنا پر اس سے مرادیں مانگنا بھی شرک ہے کیونکہ یہ محض حق اللہ ہے۔ اُستاذ آفاق حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ مسائل اربعین میں علامہ طاہر گجراتی کی کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار سے نقل فرماتے ہیں۔

ان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ۔

عبادت اور حوائج طلب کرنا، اور مدد مانگنا یہ صرف اللہ کا حق ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے۔

اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔

جب تم کوئی حاجت طلب کرو تو بس خدا سے طلب کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو۔

اور قرآن مجید سورۂ فاتحہ میں ہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مالک اور مولیٰ سے عرض کریں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین — اے خدا ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

پس اگر کوئی شخص کسی مخلوق کو خدا کی طرح حاجت روا سمجھ کر اس سے مدد مانگے گا تو بیشک شرک ہو گا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی نفیس ترین کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔

ومنها ای من مظان الشرك انهم كانوا يستعينون بغير الله في حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم ويتوقعون انجاح مقاصدهم بتلك النذور، ويتلون اسمائهم رجاء بركتها فاوجب الله عليهم ان يقولوا في صلواتهم اياك نعبد واياك نستعين - وقال الله تعالى لا تدعوا مع الله احدا۔

اور مظان شرک میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، مثلاً مریض کی شفاء کے لئے، نادار کی مالداری کیلئے اور ان کے لئے نذریں مانتے تھے اور ان نذروں کیوجہ سے اپنی حاجت برآری کی توقع رکھتے تھے اور بامید برکت ان کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے، پس اللہ نے ان کے ذمہ ضروری کر دیا کہ وہ اپنی نمازوں میں یہ کہا کریں کہ خداوندا! ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ـــــ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو!۔

الغرض ان تمام حوالجات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو مستقل حاجت روا سمجھ کر اس سے مدد مانگنا یقیناً شرک ہے۔ اور بہشتی زیور میں بھی اسی صورت پر شرک کا حکم لگایا گیا ہے۔

ایسے ہی جذبۂ عبودیت کے ماتحت کسی کے سامنے جھکنا یہ بھی شرک ہے کیونکہ عبودیت محض معبودِ حقیقی کا حق ہے۔ اور بہشتی زیور میں جس جھکنے کا ذکر ہے اس سے وہی مراد ہے جو بطور عبودیت ہو اس سے مطلق جھکنا مراد لینا صرف معترض صاحب کی خوش فہمی ہے۔ بہر حال بہشتی زیور حصۂ اول صفحہ ۴۵ کی مندرجہ بالا عبارت پر معترض صاحب کی تنقید محض جہالت اور حقیقتِ توحید سے ناآشنائی پر مبنی ہے ورنہ عبارت اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہے۔

اسی نمبر میں معترض صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہشتی زیور کی عبارات کی رو سے پکا دیوبندی

مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک ہو جائیں گے ۔

اللہ اللہ رضا خانی برادری کے ایک فرد کو بھی آج مسلمانوں کے کم ہو جانیکی فکر پڑی، خدا کرے کہ آپکے یہ الفاظ محض نمائشی نہ ہوں ۔

بہشتی زیور کی عبارات کے متعلق اس موقعہ پر ہم نے جو کچھ بھی عرض کیا ہے اُس سے ناظرین اور معترض صاحب کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس سے کسی ایک مسلمان کی بھی تکفیر نہیں ہوئی اور بحمد اللہ سو فیصدی مسلمان، مسلمان ہی رہے ۔ لیکن معترض صاحب ذرا اس دشمنِ اسلام کے منہ میں تو لگام دیں جو حضرات علماء دیوبند اور علماء ندوۃ العلماء کے متعلق اپنی بیسیوں تحریروں میں یہ لکھ گیا ہے کہ

" یہ سب کافر ان کے کفر میں جو شک کرے وہ بھی کافر پھر جو اس شک کرنیوالے کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ۔ وھلم جرا "

معترض صاحب بتلائیں کہ کیا اس کفری فتوے کی رُو سے ایک فیصدی مسلمان بھی باقی رہتا ہے ۔ ہمارا خیال ہے کہ رضا خانی برادری کے تین ساڑھے تین نفر کے علاوہ سارے ہی مسلمان کافر ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ بحمد اللہ تمام مسلمان علمائے دیوبند اور علمائے ندوۃ العلماء کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا سمجھتے ہیں اور کم از کم یہ کہ اُن کو کافر نہیں کہتے یا اُن کو مسلمان کہنے والوں کو کافر نہیں کہتے ۔

معترض صاحب اگر آپ کچھ انعام مقرر کریں تو ہم ثابت کر دکھائیں کہ مولوی احمد رضا خانصاحب کی اس کفری فتویٰ کی رُو سے آپ بھی کافر ہیں، آپکے استاد مولوی نعیم الدین صاحب و مولوی امجد علیصاحب اعظمی بھی کافر ہیں ۔ اور اگر آپ دو چند کرنیکا وعدہ کریں تو پھر ہم یہ بھی ثابت کر دکھائیں کہ یہ مفتی صاحب قبلہ خود بھی اپنے اس فتوے کی رُو سے کافر ہیں اور انہیں کافر نہ کہنے والے بھی کافر ہیں، بو وا ہے کچھ ہمت ؟ دیکھو اسکا نام ہے " کردنی خویش، آمدنی پیش " آپنے اسی نمبر میں یہ مصرعہ بالکل اپنے حسبِ حال لکھا ہے ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نمبر ۲۸ ۔ معترض صاحب کا اٹھائیسواں اعتراض حفظ الایمان کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے ۔

" پھر یہ کہ آپکی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ

کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے"

معترض صاحب کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا علم بچوں اور پاگلوں اور حیوانات کیلئے بھی مانا گیا ہے، رضاخانی اُمت کا یہ ایک نہایت مشہور اور پُرانا افترا ہے جسکی بنیاد صرف اسپر ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں جو "ایسا علم غیب" کا لفظ آیا ہے اُس سے یہ مفتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مُراد لیتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مُراد نہیں۔ بلکہ مطلق بعض علم غیب مُراد ہے جیسا کہ خود حفظ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت کا اول و آخر اسکی شہادت دے رہا ہے۔ نیز مصنفِ حفظ الایمان حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ نے بسط البنان میں اسکی تصریح بھی فرمادی ہے۔

ناظرین کرام حفظ الایمان اور بسط البنان کو ملاحظہ فرمائیں، رضاخانیوں کی افترا پردازی کا حال خودبخود منکشف ہو جائیگا۔ چونکہ اس ناپاک افترا کا جواب نہایت تفصیل سے بارہا دیا جاچکا ہے، اسلئے یہاں ہم مختصر الفاظ میں حفظ الایمان کی شرح پیش کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے چند سوال کئے اُسمیں تیسرا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کے متعلق تھا، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ "آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اسکی دو دلیلیں لکھی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں چونکہ عالم الغیب اُسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کو خودبخود بغیر کسی کے بتلائے غیب کا علم ہو۔ اور یہ شان محض حق تعالیٰ کی ہے، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری مخلوق پر اسکا اطلاق موہم کفر ہونیکی وجہ سے ناجائز ہوگا[۵]

[۵] واضح رہے کہ مولانا تھانوی کی یہ دلیل رضاخانی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خانصاحب کو بھی مسلم ہے اور اسی بنا پر اُنہوں نے حضور کی ذاتِ مقدسہ پر لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو مکروہ لکھا ہے۔ رضا خانی صاحبان کو اگر اپنے امام ربانی مذہب کو اس رضاخانیت اور حضور کا علم نہ ہو تو اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہوئے ہم سے دریافت کریں۔ ہم انشاء اللہ فاضل بریلوی کی مطبوعہ کتاب میں دکھلا دینگے ۱۲-

اور دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے والا اگر اسلئے عالم الغیب کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو تمام غیوب کا علم تفصیلی ہے (جیسا کہ خداوند تعالیٰ کو ہی) تو چونکہ یہ خیال قرآن وحدیث کے خلاف ہے اسلئے اُسکی بنا پر عالم الغیب کہنا درست نہیں، اور اگر کل کیوجہ سے نہیں بلکہ صرف بعض غیوب کیوجہ سے یہ شخص حضورؐ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اسکا یہی اصول ہے کہ جسکو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی وہ اُسی کو عالم الغیب کہیگا تو پھر ایسی (یعنی اس عالم الغیب کہنے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کی خبر تو ہر زید وعمرو بلکہ حیوانات کو بھی حاصل ہو جاتی ہے (کیونکہ ہر ذی روح مخلوق کو کم از کم خدا کا علم ہے اور وہ بھی غیب میں سے ہے) تو اس عالم الغیب کہنے والے کو اس غلط اصول پر لازم آئیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح ہر زید وعمر بلکہ حیوانات کو بھی معاذ اللہ عالم الغیب کہا جائے۔ بہر حال حضرت مولانا نے یہ نہیں تحریر فرمایا کہ جیسا علم فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ویسا ہی کسی دوسری مخلوق کو بھی حاصل ہے۔ بلکہ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ جو بدعتی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیبیہ کیوجہ سے عالم الغیب کہتے ہیں اُن کے اس لغو اصول پر لازم آتا ہے کہ ہر زید وعمرو بلکہ پاگلوں اور جانوروں کو بھی معاذ اللہ عالم الغیب کہا جائے۔

اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو زید وعمر کے برابر بتلایا گیا ہے یا اہل بدعت کے غلط اصول پر جو برابری لازم آتی تھی اور جس سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہوتی تھی اس سے ان کو بچایا گیا ہے۔

آخر میں ہم خود مصنفِ حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے رسالہ بسط البنان کی بھی چند سطریں نقل کرتے ہیں جو رضا خانیوں کے اسی بہتان کے رد میں حضرت ممدوح نے سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ بسط البنان کے صفحہ ۳ پر مولانا ممدوح ارقام فرماتے ہیں۔

"یہ خبیث مضمون (جو رضا خانی حفظ الایمان کی طرف منسوب کرتے ہیں) میں نے کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا........

۔۔۔۔۔۔ اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے (کہ جیسا علم غیب رسول اللہ صلعم کو ہے ایسا ہر زید و عمر و جانور اور پاگلوں کو حاصل ہے) یا بلا اعتقاد صراحتہً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اسکو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی، اور تنقیص (توہین) کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی۔

پھر اسی بسط البنان کے اخیر صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

۔بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ آپکے افضل الخلق فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونیکے باب میں یہ ہے ع

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

چونکہ علمائے اہلسنت بہت تفصیل کے ساتھ رضاخانیوں کے اس افترا، کا جواب دیچکے ہیں اسلئے اس نمبر میں ہم اسی قدر مختصر پر اکتفا کرتے ہیں، جو حضرات اسکی مفصل بحث دیکھنا چاہیں وہ "معرکۃ القلم" (مصنفہ سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی) روئداد مناظرہ بریلی "، "روداد مناظرہ ضلع نینی تال" ملاحظہ فرمائیں۔ جنمیں اس بحث کے ہر گوشہ پر بہت کافی بحث کیگئی ہے۔

نمبر ۲۹ :۔ معترض صاحب کا انتیسواں اعتراض تحذیر الناس مصنفہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے۔

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں"

معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ اس عبارت میں عمل میں اُمتی کا نبی کے برابر ہوجانا بلکہ اس سے بڑھ جانا تسلیم کیا گیا ہے۔ ناظرین کرام غور فرمائیں کہ تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت میں بظاہر کا لفظ موجود ہے جسپر ہم نے خط بھی دیدیا ہے۔ یہ لفظ خود اسبات کو واضح کر رہا ہے کہ اُمتی کا عمل میں نبی کے برابر ہوجانا یا بڑھ جانا یہ صرف ظاہری نظر میں ہوتا ہے، حقیقت میں نہیں۔ ہمارے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مصنفین کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے

"مفہوم التصنیف حجۃ" ردالمحتار صفحہ ۳۲ جلد سوم،

پس اگر تحذیر الناس کی اس عبارت میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ظاہری نظر کے اعتبار سے بسا اوقات اُمتی کے اعمال نبی کے برابر ہو جاتے ہیں یا اس سے بڑھ جاتے ہیں، لیکن واقعۃً ہمیشہ نبی ہی کے اعمال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی کا حاصل اصطلاحی الفاظ میں اسطرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ بظاہر کمیت کے اعتبار سے کبھی اُمتی کا عمل نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ نہ کیفیت کے اعتبار سے اور یہ بالکل ظاہر ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج شریف میں نماز فرض ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلعم معتبر روایات کی بنا پر قریبًا پندرہ برس دُنیا میں رونق افروز رہے جس کے پانچہزار سے زیادہ کچھ دن ہوتے ہیں، اور پچیس ۲۵ ہزار سے کچھ زیادہ نمازیں۔ گویا آنحضرت صلعم نے قریبًا پچیس چھبیس ۲۶ ہزار فرض نمازیں اپنی حیاتِ طیبہ میں ادا فرمائیں، لیکن فرض کیجئے آپ کا ایک اُمتی بلوغ کے بعد سو برس کی عمر پاتا ہے، اور اللہ کی توفیق سے تمام فرض نمازیں ادا کرتا ہے تو اُسکی فرض نمازوں کی تعداد پونے ۲ لاکھ کے قریب ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمیت اور مقدار میں اس اُمتی کی فرض نمازیں آنحضرت صلعم سے زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلعم کے ایک سجدہ کا جو وزن ہے وہ پونے دو لاکھ نمازوں کا نہیں۔ کیونکہ کیفیت میں آپ کا سجدہ جسقدر بڑھا ہوا ہے اُسکا ہم ادراک بھی نہیں کر سکتے۔ علیٰ ہذا یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ اُمت میں سے جو شخص بھی جو نیکی کرتا ہے اُس کا ثواب آنحضرت کے صحیفۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ آپ ہی کی ہدایت و رہنمائی کا ثمرہ ہے۔ لیکن یہاں سوال اجر کا نہیں بلکہ عمل کا ہے۔

بہرحال یہ ایک بالکل بدیہی چیز ہے کہ بعض اوقات ایک امتی کے اعمال کمیت کے لحاظ سے بظاہر نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت کے مسلم امام حضرت امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔

قد یجد فی الامۃ من ھو اطول عمرًا و اشد اجتھادًا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہم اُمت میں بعض ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جنکی عمر بھی آنحضرت صلعم سے زیادہ ہوئی اور اُن کا مجاہدہ بھی سخت تھا۔

اب فرمائیے امام رازیؒ کے متعلق کیا ارشاد ہے کیا وہ بھی اب وہابیوں کی فہرست میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

نمبر ۳۰:۔ معترض صاحب کا تیسواں اور آخری اعتراض براہین قاطعہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر ہے "الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر دو عالم صلعم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے" معترض صاحب کا اس عبارت پر اعتراض ہے کہ اسمیں ساری زمین کا علم آنحضرت صلعم کیلئے ثابت کرنیکو شرک کہا ہے اور پھر اسی کو شیطان کیلئے نص سے ثابت مانا۔

اس کے جواب میں پہلے تو ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ معترض صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ شیطان کیلئے براہین قاطعہ میں کسی جگہ ساری زمین کا علم تسلیم نہیں کیا گیا، بلکہ اس کا علم صرف اسی قدر تسلیم کیا گیا ہے جسقدر کہ آپکے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے اپنی کتاب انوار ساطعہ میں روایات سے ثابت کیا ہے۔ اور براہین قاطعہ کی عبارت کا مطلب صرف یہ ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت دیکھکر کہ اسکو بہت سے مواقع زمین کا علم ہے آنحضرت صلعم کو اُسپر قیاس کرکے آپکے لئے ساری زمین کا علم محیط ثابت کرنا جبکہ اس کی خلاف نصوص قطعیہ بھی قائم ہیں شرک ہے۔ — خلاصہ یہ کہ براہین قاطعہ میں شیطان کیلئے صرف اسی قدر علم تسلیم کیا گیا ہے جسقدر کہ آپکے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے اس ملعون کے لئے ثابت کیا ہے اور وہ محض بعض مواقع زمین کا علم ہے۔ اور آنحضرت صلعم کیلئے جس علم کے ثابت کرنیکو شرک بتلایا ہے وہ ساری زمین کا علم محیط ہے۔

نیز معترض کی یہ شرمناک بددیانتی ہے کہ وہ شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرنیکا الزام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر رکھتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت کو خود اُس کے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے۔ البتہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ

نے انوار ساطعہ کے جواب براہین قاطعہ میں مولوی عبدالسمیع صاحب کی اس ثابت کردہ شیطانی وسعت کو ذکر کیا ہے۔ پس اگر شیطان کے ساتھ خوش عقیدگی ہو سکتی ہے تو آپکے بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب کو ہو سکتی ہے کہ اُنہوں نے ہی دلائل سے اس ملعون کے علم کی وسعت ثابت کی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا جُرم تو صرف اسقدر ہے کہ انہوں نے اسکو ذکر کر دیا ہے اور اسکو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اس ملعون پر قیاس کر کے آنحضرت صلعم کیلئے ساری زمین کا علم محیط ثابت نہیں کیا جا سکتا اور پھر مولانا نے اسکی وجوہات بھی پیش کی ہیں۔ بہر حال معترض صاحب کا یہ سفید جھوٹ ہے کہ علمائے دیوبند نے شیطان کے لئے ساری زمین کا علم نص سے ثابت مانا۔

اس موقعہ پر ایک دوسری بددیانتی معترض صاحب نے یہ کی ہے کہ منقولہ بالا عبارت کے بعد اسی براہینِ قاطعہ میں یہ تصریح تھی کہ۔

"اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے؛ جیسا کہ جہلا کا عقیدہ ہے۔

معترض نے ازراہِ خیانت براہینِ قاطعہ کے اس فقرہ کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب رح نے آنحضرت صلعم کیلئے ساری زمین کا علم ذاتی ثابت کرنیکو شرک کہا ہے جس کے متعلق خود فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب خالص الاعتقاد صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اسکے غیر کیلئے محال ہے جو اسمیں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے"

الغرض براہینِ قاطعہ میں جس علم کے ثابت کرنیکو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی علمِ ذاتی ہے جسمیں سے ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ثابت کرنیکو بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے شرک کہا ہے۔

ناظرین کرام! معترض کی اس فریب کاری پر بھی غور فرمائیں کہ علمِ ذاتی کی توجیہ کو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کیطرف منسوب کر کے تو ذکر کیا، لیکن براہین قاطعہ کی اسی بحث میں چند ہی سطر کے بعد

خود مصنف کی تصریح موجود تھی - کہ میرا کلام علم ذاتی میں ہے، اسکا اشارۃً اور کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا -

رہا معترض صاحب کا یہ شبہ کہ جب انوار ساطعہ میں علم ذاتی نہیں ثابت کیا گیا تو براہینِ قاطعہ میں اس پر بحث کیوں کی گئی تو یہ چیز بحثِ تکفیر سے الگ ہے پہلے معترض اور اُن کی برادری کے ذمہ دار ارکان اپنی خیانت اور اسکی بنیاد پر جو تکفیری فتویٰ دیا گیا ہے اُسکی غلطی تسلیم کریں اس کے بعد انشاء اللہ ہم اس جاہلانہ شبہ کا ایسا جواب دیں گے کہ سب کو دن میں تارے نظر آجائیں، ہاں صرف اتنا پتہ اب بھی بتائے دیتے ہیں کہ اس کا جواب بھی براہینِ قاطعہ میں موجود ہے، لیکن سمجھنے کیلئے عقل و شعور کی ضرورت ہے اور وہ نصیبِ دشمناں !

علیٰ ہذا یہ سمجھنا کہ براہین قاطعہ میں جس علم کی حضور سے نفی کی ہے، شیطان کیلئے اسی قسم کے علم کو ثابت مانا ہے - یہ بھی کھلی ہوئی حماقت ہے - ہم عرض کر چکے ہیں کہ صاحبِ براہین نے شیطان کیلئے صرف اس علم کو تسلیم کیا ہے جسکو آپکے بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے اور وہ یقیناً ذاتی نہیں ہے، اور آنحضرت صلعم کیلئے جس علم کے ثابت کرنے کو شرک قرار دیا ہے وہ وہی ہے جو بغیر اطلاع خداوندی ذاتی طور پر آپکے لئے ثابت کیا جائے - جیسا کہ خود صاحبِ براہین نے اُسکی تصریح کر دی ہے اور مطلب براہین قاطعہ کی عبارت کا یہ ہے کہ

"شیطان اور ملک الموت کے علم کی اس وسعت کو دیکھکر جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے دلائل سے ثابت کی ہے (اور جو یقیناً عطائی ہے) آنحضرت صلعم کو اسپر قیاس کرنا اور یہ سمجھنا کہ حضور صلعم چونکہ افضل المخلوقات ہیں اسلئے آپ تمام روئے زمین کا علم محیط بطور خود بغیر عطاءِ خداوندی حاصل کر سکتے ہیں، شرک اور خلاف نصوصِ قطعیہ ہے)

ہم اُمید کرتے ہیں کہ اگر معترض صاحب سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ہمارے اس مختصر بیان سے اپنے اس دوسرے مغالطہ کا جواب بھی سمجھ سکیں گے -

قطع نظر اس تمام بحث سے براہینِ قاطعہ کی عبارت میں ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ وہاں مطلق علم میں کلام نہیں، نہ علم شریعت و علمِ دین ہی میں بحث ہے جو انسان کیلئے باعثِ کمال ہے - بلکہ

صرف علمِ زمین کی بحث ہو رہی ہے جسکو نبوت اور رسالت سے کوئی خاص تعلق نہیں نہ اس پر کمالِ انسانی کا مدار ہے اور ایسے علوم غیر کمالیہ اگر انبیاء علیہم السلام کو عطا نہ ہوں اور دوسرے بے کمال لوگوں کو دیدیے جائیں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی علمی شان میں کوئی کمی آتی ہے جسطرح اگر ایک معمولی مزدور کے گھر میں پھٹے پرانے کپڑے اور ناقص و ناکارہ اثاث البیت ہو اور شاہی خزانہ میں یہ چیزیں نہ ہوں، بلکہ لعل و جواہر اور دوسری قیمتی چیزیں ہوں جو شاہی خزانہ کے مناسب ہیں تو اس سے اس شاہی خزانہ کی شان اس غریب مزدور کے گھر کے مقابل میں نہیں گھٹ جاتی۔

بہرحال جو علوم شانِ نبوت سے تعلق نہ رکھتے ہوں وہ اگر انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں اور غیر انبیاء کو حاصل ہو جائیں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں رسول خدا صلعم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

انتم اعلم بامر دنیاکم — اپنی دُنیا کی باتیں تم ہی زیادہ جانتے ہو۔ (مسلم شریف)

اور امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف نبوتہ علیھا۔ — ہوسکتا ہو کہ غیر نبی کا علم نبی علیہ السلام سے بڑھ جائے ان چیزوں میں جن پر نبوت کا مدار نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی علمی فضیلت اُن کے علومِ نبوت کیوجہ سے ہے جنمیں کوئی اُن کا ہمسر نہیں ہوسکتا لیکن دوسرے ناقص علوم جنکو کمالِ انسانی میں کوئی دخل نہیں، بالخصوص شیطانی علوم سے ان کا قلبِ منور پاک ہوتا ہے۔

اور یہ سمجھنا کہ پیغمبروں کا علم شیطانی باتوں کو بھی محیط ہونا چاہئے اور معاذ اللہ علوم شیطنت میں بھی اُن کا دائرہ سب سے وسیع ہونا چاہئے محض شیطانی وسوسہ ہے جو محض انہیں کو روماغوں کو ہوسکتا ہے جو علوم شیطنت اور علومِ نبوت میں فرق نہ سمجھتے ہوں، اور اُن کے نزدیک گھی اور گوبر سونا اور پتھر کی ایک قیمت ہو

اور اگر اس فرق کا لحاظ نہ کیا جائے تو علمائے دیوبند کو نہیں بلکہ علمائے بریلی کو بھی کافر کہنا پڑیگا۔ کیونکہ علوم زمین کے متعلق ان حضرات کا بھی یہی نظریہ ہے۔ چنانچہ انوارِ ساطعہ مصنفہ مولوی عبدالسمیع صاحب مصدقہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے صفحہ ۲۱۳ پر مذکور ہے۔

"اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی
میں حاضر ہونا رسول اللہ صلعم کا نہیں دعویٰ کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا تو
اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔"

اس عبارت میں تصریح ہے کہ زمین کے جتنے حصوں میں شیطان کی پہونچ ہے رسول اللہ صلعم کی اتنی نہیں اب اگر یہ کفر ہے تو پہلے انوار ساطعہ کے مصنف عبدالسمیع صاحب اور اس کے مصدق و مقرظ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو کافر بنایئے اس کے بعد کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھایئے۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھکو آتا ہے نظر | دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے میرے بعد تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے معترض صاحب نے بھی اس دجالی عدد کی پابندی کرتے ہوئے علمائے دیوبند پر تیس جھوٹے اعتراض کئے تھے جن کے جواب سے بعونہ تعالیٰ ہم فارغ ہو چکے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا دیکھنے والوں کو ان کی آنکھوں کا شہتیر بھی دکھلاویں شاید کسی باتوفیق کو توبہ نصیب ہو جائے۔

باب دوم

رضاخانی مذہب کا آئینہ

ناظرین کرام اب ذرا رضاخانیوں کا وہ دین و مذہب بھی دیکھیں جسکے متعلق انکے بانی مذہب نے اپنے امتیوں کو وصیت کی ہے کہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اوس پر مضبوطی سے قایم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے

رضاخانی مذہب میں خدا کی شان

نمبرا۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک وہ شخص کافر و مرتد جہنمی ہے جو حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے۔ اور اُسکی ذاتِ پاک کیلئے "کوئی عیب یا نقصان ثابت کرے لیکن رضاخانی مذہب میں ایسا شخص مسلمان ہے اُسکو کافر کہنا خلافِ احتیاط ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے چنانچہ رضاخانیوں کے اعلیٰحضرت بانیٔ رضاخانیت مولوی احمد رضا خانصاحب حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق کوکبۃ الشہابیہ صفحہ" پر فرماتے ہیں۔

"اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم وضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اسکا جہل ممکن مانا"

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں۔

"یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہوجانے میں و حرج نہیں"

پھر اسی کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں

"اسمیں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کرسکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جیسے کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا، سب کچھ داخل ہے۔"

پھر اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

اس قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کیجاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کیلئے ہوسکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لئے سونا، اونگھنا، بہکنا۔ جورو جنیا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کرلینا ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ وغیرہ سب کچھ روا ہے۔"

ناظرین کرام! ان تمام کفریہ عبارات کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کی شان پاک میں کوئی گندی سے گندی گالی ایسی نہیں رہی جو خانصاحب نے ان عبارات میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کیطرف منسوب کرکے نہ لکھی ہو۔ گویا شہید مرحوم اُن کے نزدیک بیک وقت ان تمام جرائم کے مرتکب تھے۔ لیکن بایں ہمہ یہی خانصاحب تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر انہیں شہید مرحوم کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

نیز اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں۔

"علماء محتاطین انہیں (اسماعیل دہلوی) کو کافر نہ کہیں یہی جواب ہے وھو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہو اور یہی فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔

خانصاحب کی مذکورہ بالا عبارات کو ملانے کے بعد نتیجہ صاف یہ نکلیگا کہ معاذ اللہ خدا کی شان پاک میں ناپاک گالیاں بکنے والا العیاذ باللہ اسکو جھوٹا اور جاہل کہنے والا اسکے لئے جورو بیٹا ثابت کرنیوالا اسے صفات مخلوقین سے متصف کرنیوالا وغیرہ وغیرہ مسلمان ہے۔ اس کو کافر کہنا احتیاط کے خلاف سلامتی سے دور اور استقامت کے منافی ہے۔ بیشک یہی وہ دین ومذہب ہے جو خانصاحب اور صرف خانصاحب کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

مذاہب عالم کے لٹریچر کا مطالعہ کر جائیے، اقوام عالم کے کتبخانے دیکھ ڈالئے کسی دین و مذہب میں آپ کو یہ چیز نہ ملیگی —

جی چاہتا ہے کہ اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ پیش کر دیا جائے۔ موجد رضا خانیت فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب نے اپنی فتاوی جلد اول کے صفحہ ۱۴۵، وصفحہ ۲۴۶ پر مندرجہ ذیل عقائد کو شہید مرحوم مظلوم اہل بدعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔

(۱) "معاذ اللہ جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہو اور صریح کفروں کیساتھ شمار کرنے کے قابل ہو — (۲) خدا کی بات کا اعتبار نہیں (۳) خدا کی بات واقعی استناد نہیں — (۴) اسکا دین لائق اعتماد نہیں۔ معاذ اللہ جھوٹا بکنا، غافل ہونا، ظالم ہونا، حتی کہ مرجانا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، واطت جیسی بیحیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث مفعول کی طرح مخنث بننا، سب ممکن ہے۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہیں

خدا کھانے کا منہ ابھرے کا پیٹ[17]، مردی[18] زنی کی علامت رکھتا ہے اور بالفعل موجود ہیں۔ خدا صمد[19]
نہیں جو غذا رکھو کھل ہے۔ سبوح[20] وقدوس نہیں خنثیٰ[21] مشکل ہے۔ خدا وہ ہے جو اپنے آپ کو جلا سکتا ہے
خدا وہ ہے[22] جو اپنے آپ کو ڈبو سکتا ہے۔ خدا وہ ہے[23] جو زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر یا بندوق مار کر خودکشی
کر سکتا ہے۔ خدا کے ماں[24] باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے۔ خدا ماں باپ[25] سے پیدا ہوا ہے۔ خدا[26]
دیڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے۔ خدا بہنا[27] کی طرح چوکھا ہے۔ خدا ایسا ہے[28] جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے
خدا بندوں[29] کے باعث جھوٹ بولنے سے بچتا ہے کہ کہیں جھوٹا نہ سمجھیں۔ خدا بندوں[30] سے چورا چھپا کر
پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے، (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۲۴ و صفحہ ۴۳۶)

یہ ناپاک نجس عقیدے جو دنیا میں یقیناً کسی انسان کے نہیں ہو سکتے۔ رضاخانیوں کے بانی مذہب نے
ازراہ افترا و بہتان حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے لکھے ہیں۔

اور اس کے باوجود تمہید ایمان وغیرہ میں صاف لکھ دیا کہ میں انکو کافر نہیں کہتا، علماء محتاطین انہیں
کافر نہ کہیں یہی ہمارا فتویٰ یہی ہمارا مذہب ہے۔

بانی رضاخانیت کے اَشقیتو! اور بدعت کے فرزندو! تمہیں معلوم ہوا کہ تمہارے مقدس دین مذہب میں
ایسے گندے اور ملعون عقیدے رکھنے والا بھی مسلمان ہے، تمہیں پتہ چلا کہ تمہارے دھرم کا بانی کس گندی
ذہنیت اور ناپاک طبیعت کا مالک تھا، اسی برتے پر اہلِ سنت کے منہ آتے ہو، شرم! شرم!! شرم!!!

رضاخانی مذہب میں رسول کی شان

رضاخانی مذہب کا یہی بانی اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ میں شہید مرحوم پر تبرا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک شیطانی ملعون کلموں کو غور کرو ..... پادریوں پنڈتوں وغیرہم
کھلے کافروں، مشرکوں کی کتابیں دیکھو ...... ان میں بھی اسکی نظیر نہ پاؤ گے بلکہ اس مدعی اسلام مدعی امامت
کا کلیجہ چیر کر کے دیکھئے کہ کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بید حڑک یہ صریح سب
وشتام کے لفظ لکھ دیے ..... مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان کو ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں! واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی اور واللہ واللہ

انہیں ایذا پہنچی ...... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں "۔

(الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ ۳۰، ۳۱، ۳۲ و ۳۳)

اس عبارت میں خانصاحب بریلوی نے مندرجہ ذیل تصریحات کی ہیں ۔

(۱) یہ کہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدھڑک صاف صریح گالیاں دی ہیں ایسی کہ پادریوں، پنڈتوں، گنگے کافروں مشرکوں کی کتابوں میں بھی اسکی نظیر نہیں مل سکتی (۲) ان گالیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً اطلاع ہوئی ۔ اور آپ کو ان سے ایذا پہنچی ۔ اور ان گالیوں میں کوئی تاویل کی بھی جگہ نہیں ۔ غرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خود شہید مرحوم کے یہ جرائم لکھے اور اس کے باوجود اسی کتاب کے اخیر صفحہ میں شہید مرحوم کے متعلق حکم یہ لکھا کہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پادریوں اور پنڈتوں سے زیادہ کھلی اور سڑی گالیاں دے اور حضور کے قلب مبارک کو ایذا پہنچائے، اُسے کافر نہ کہنا ہی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مختار اور پسندیدہ ہے ۔

رضا خانیو! دیکھا یہ ہے تمہارے مذہب شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان، اسی پر عشقِ رسول اور محبتِ نبوی کا دعویٰ ہے ؎

ہرگزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد ایں ہمہ ہا گفتن و حبِ پیمبر داشتن

رضا خانی مذہب اور قرآن کی شان

رضا خانی مذہب کے بانی اسی کتاب کوکبۂ شہابیہ صفحہ پر شہید مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں ۔

(۱) جابجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اُسے غلط باطل کہہ جائے (۲) اسکے طور پر ...... جابجا قرآن عظیم میں شرک ہو ۔ لیکن اس کے باوجود فتویٰ یہی ہے کہ انہیں کافر مت کہو، نتیجہ یہ نکلا کہ رضا خانی مذہب میں قرآن عظیم کو غلط کہنے والا اسیں جابجا شرک ماننے والا بھی مسلمان ہے العیاذ باللہ

رضا خانی مذہب میں ملئکۃ الرحمٰن کی شان

کوکبۂ شہابیہ کے صفحہ پر حضرت شہید مرحوم کے متعلق لکھا گیا ۔

"واس کے نزدیک حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شرک صادر ہوئے"

لیکن فتویٰ پھر بھی یہی ہے کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ حبکا حاصل یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں ملائکۃ اللہ کو مشرک ماننے والا بھی مسلمان ہے اُسے کافر نہ کہنا چاہئیے۔ نعوذ باللہ من ذالک

رضاخانی مذہب اور ایمانیات

رضاخانی مذہب میں اللہ و رسول، قرآن، ملائکہ وغیرہ کی جو شان ہے اسکا تو حال معلوم ہو چکا۔ اب دیگر ایمانیات کا حال سُنئے! اسی کوکب شہابیہ صفحہ ۱۹ پر شہید مرحوم کے متعلق لکھا ہے۔

"یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت نار وغیرہ تمام ایمانیات کو ماننے سے انکار کیا ہے۔"

لیکن باوجود اس کے رضاخانی مذہب میں شہید مرحوم مسلمان ہیں، انہیں کافر کہنا بے احتیاطی ہے سلامتی کے خلاف ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں تمام ایمانیات کا انکار کرنے کے بعد بھی آدمی کافر نہیں ہوتا، مسلمان ہی رہتا ہے۔ واہ رے رضاخانی دین ومذہب؟ تیری وسعت ملت رضاخانی کے فرزندو! اور بدعت ملعونہ کے پرستارو! کچھ خبر ہوئی؟ یہ ہے تمہارے امام و مجدد کا وہ دین ومذہب جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور جس کے متعلق انہوں نے اپنے وصیت نامے کے اخیر میں لکھا ہے کہ:۔

"میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اسپر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے"

رضاخانیو! اگر کہو تو تمہارے بانی مذہب کا کافر و مرتد ہونا بھی اسی جگہ انہیں کے کلام شریف سے اور انہیں کے دین ومذہب سے ثابت کر دیا جائے اچھا تو سُنو! تم بھی یاد کرو گے کسی سے واسطہ پڑا تھا۔

بانی رضاخانیت اور اُسکی اُمت کا اقراری کفر

ابتک مولوی احمد رضاخاں صاحب کی جو عبارات منقول ہوئیں اُن سے دو باتیں آفتاب نیمروز کیطرح ظاہر ہو چکی ہیں۔

(۱) مولوی احمد رضاخاں صاحب کے نزدیک مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے نعوذ باللہ خدا کو ناپاک گالیاں دیں اُسکو جھوٹا اور ناقابل اعتماد ٹھیرایا، اُسکے لئے دنیا بھر کی خباثتوں کو ثابت کیا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صریح گالیاں دیں جنمیں تاویل کی بھی گنجائش نہیں، قرآن کا انکار کیا، اسمیں جا بجا شرک بتایا، ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ غرض تمام ایمانیات کا انکار کیا۔

(۲) دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ ان تمام جرائم خبیثہ اور عقائد ملعونہ کے باوجود مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی مسلمان تھے۔ اُنہیں کافر کہنا ناپسندیدہ اور خلاف احتیاط تھا۔ اب خود خانصاحب کے منہ سے سنئے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ خانصاحب موصوف تمہید ایمان صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

شفا شریف و بزازیہ و فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے

جب کہ ایک کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہم السلام والثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو تو اس کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا۔ اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔

خانصاحب کی ان تمام عبارات کو جوڑ کر نتیجہ یہ نکلا کہ خانصاحب شہید مرحوم کی طرف عقائد کفریہ منسوب کرنے اور پھر اُن کو مسلمان لکھنے کی وجہ سے بقول خود اور بحکم خود ڈبل کافر ہیں اور اب جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی اُنہیں کے فتوے سے ایسا ہی کافر ہے۔

رضا خانیو! دو داروغہ جہنم کو آرڈر کہیں وہاں مکانات کی تنگی نہ پڑ جائے۔

ناظرین کرام کو ملحوظ رہے کہ خانصاحب کو ہم نے کافر نہیں کہا نہ ہم اُنہیں کافر کہتے ہیں، بلکہ یہ صرف اُنہیں کا فتویٰ اور اُنہیں کا دین و مذہب ہے جس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر رضا خانی کا اہم فریضہ ہے۔ بہرحال ہم صرف اس فتوے کے نقل کرنے والے ہیں۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ایسا جز بیلی فتویٰ دیکھیں یہ کام تو جہنم کا داروغہ ہی کر سکتا ہے۔

اقراری کفر سے بچنے کی رضاخانی تاویلات

رضاخانی صاحبان اس اقراری کفر کے اٹھانے کیلئے دو تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی حقیقت بھی ہم یہیں واضح کر دیں، تاکہ کسی صاحب کو جواب لکھنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے۔

(۱) پہلی تاویل جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی زندگی میں کی ہے یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل شہید مرحوم کی تمام عبارتوں میں تاویل ہو سکتی ہے اور انکو ایسے معانی پر محمول کیا جا سکتا ہے جو موجب کفر نہیں۔ اسلئے ہم نے اُنکی تکفیر میں احتیاط برتی اور اُن کو مسلمان کہا (ملاحظہ ہو الموت الاحمر اور ملفوظات حصہ دوم)

اس تاویل کا جواب ابھی ہم خانصاحب ہی کی تصریحات سے پیش کرتے ہیں۔ ناظرین کرام کو یاد ہو گا کہ خانصاحب نے اپنی اکثر عبارات مذکورہ بالا میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق تصریح کی ہے کہ انہوں نے صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے ہیں۔ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا صاف تصریح کی۔ صراحتہً مان لیا کہ اللہ تعالیٰ میں ہر عیب و آلائش کا آنا جائز ہے۔

غرض خانصاحب نے بارہا اپنی عبارات میں اس کو واضح کیا ہے کہ شہید مرحوم کے اقوال اُن کے نزدیک معانی کفریہ میں۔ صاف صریح ہیں اور خود بھی خانصاحب تمہید ایمان میں شفا شریف سے نقل کرتے ہیں

التاویل فی لفظ صراح لا یقبل — لفظ صریح میں تاویل نامقبول بلکہ مردود ہے

پس جبکہ خانصاحب کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات معانی کفریہ میں صاف صریح ہیں تو کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اینں تاویل کا احتمال تھا۔ اسلئے ہم نے تکفیر میں احتیاط کی۔

علاوہ ازیں کوکبہ شہابیہ صلا ۳ و صلا ۳۴ سے جو عبارت شہید مرحوم کے متعلق ہم ابھی نقل کر آئے ہیں اسمیں خانصاحب کے یہ الفاظ موجود ہیں۔

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

اور اسی واسطے تو خانصاحب نے قسم کھا کر لکھا ہے کہ "واللہ واللہ حضورؐ کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی" ورنہ اگر مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہوتی اور اُنکے گالی ہونے میں اُن کو کچھ بھی شک ہوتا تو وہ ایسی قسمیں نہ کھا سکتے تھے۔ بہر حال مولوی احمد رضا خانصاحب کی یہ تصریحات شہادت دے رہی ہیں کہ ان کے نزدیک شہید مرحوم کی عبارات میں کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہ تھی۔ اور وہ معانی کفریہ کے علاوہ کسی اور محمل پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس اقراری کفر کی

بچنے کے لئے خانصاحب کی یہ تاویل ذکر چونکہ مولوی اسمٰعیل کی ان عبارات میں تاویل ہو سکتی ہے اسلئے میں نے انکو کافر نہ کہا، غلط اور محض غلط، جھوٹ اور محض جھوٹ ہے۔ اور اسکی وجہ سے وہ کسی طرح اقراری کفر کی دلدل سے نہیں نکل سکتے۔

(۲) دوسری تاویل جو مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی ایجاد کردہ ہے وہ یہ ہے کہ مولانا شہیدؒ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد سے توبہ کرلی تھی اسلئے اعلیٰحضرت نے انکی تکفیر میں احتیاط برتی۔ یہ تاویل جسقدر جاہلانہ ہے اسکا اندازہ صرف اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ اسجگہ ہم صرف اتنا عرض کردینا چاہتے ہیں کہ کلام مولوی احمد رضا خانصاحب کے متعلق ہے کہ انہوں نے شہید مرحوم کو کافر کیوں نہیں لکھا اسکی وجہ وہ خود اپنی زندگی میں لکھ گئے جو ابھی ہم نقل کرچکے ہیں۔ پس خود انکی تصریح کے خلاف توبہ کا احتمال تراشنا مولوی نعیم الدین جیسے ذی ہوش ہی کا کام ہے ؏ من چہ میگویم و تنبورۂ من چہ سراید

مولوی احمد رضا خاں کے مسلمان ہونیکی صورت

رضاخانیو! اعلیٰحضرت کو اس اقراری کفر کے جال سے بچانے کی ایک اور صرف ایک ہی صورت ہے اور اسکو تسلیم کرکے تم بھی اس لزومی کفر سے بچ سکتے ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ تسلیم کرلیا جائے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب نے شہید مرحوم کیطرف جو گندے عقیدے کوکبہ شہابیہ اور فتاوی رضویہ میں منسوب کئے ہیں وہ خود انکا افترائے محض ہونا جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ شہید مرحوم کا دامن ان بہتانوں سے پاک ہے اور صرف مسلمانوں کو فریب اور اپنی دوکان کو فروغ دینے کے لئے وہ یہ افتراپردازی اور بہتان طرازی کرتے تھے اور دل سے شہید مرحوم کو پکا مسلمان سمجھتے تھے اور اسی بنا پر انہوں نے انکی تکفیر کو خلاف احتیاط اور سلامتی سے دور لکھا ہے۔ اس صورت میں خانصاحب کو صرف کاذب، مفتری اور جھوٹا ماننا پڑیگا اور وہ کفر سے بچ جائیں گے اور یہی ان کے متعلق ہمارا خیال ہے اور اسی وجہ سے ہم انکو کافر نہیں کہتے۔

بولو! ہماری ہمنوائی منظور ہے؟ اگر نہیں تو جواب دو لیکن یقین رکھو کہ خانصاحب کو سچا مان لینے کے بعد قیامت تک ان کو مسلمان نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ کیا ہے کوئی رضاخانیت کا فرزند جو ہمارے اس دعوی کو غلط ثابت کرے

بانی رضاخانیت کا آسمانی مرتبہ

رضاخانی مذہب اور بانی رضاخانیت کی مذہبی حیثیت تو ناظرین کرام کو ہمارے اس بیان سے معلوم ہو چکی کہ ان بزرگوار کو مفتری و کذاب، جھوٹوں کا بادشاہ مان لینے کے سوا ادنی مسلمان ماننے کے لئے بھی کوئی چارہ نہیں ہے لیکن رضاخانی امت نے ان کے بارے میں جو غلو کیا ہے اسکی نظیر غالباً صرف قادیان ہی کے دفتر میں مل سکے گی، بطور نمونہ مشتے از خروارے اس سلسلہ کے چند حوالے ہدیہ ناظرین ہیں،

مولوی احمد رضا خانصاحب کے انتقال کے بعد ان کے بعض معتقدین و مریدین نے ایک اشتہار رشید المطابع پریس بریلی" میں چھپوا کر شائع کیا تھا جسمیں خانصاحب موصوف کی کچھ فرضی کرامتیں لکھی تھیں، ان میں چوتھی کرامت یہ تھی"

نمبر ۱۔ لکھا ہے کہ بعد نصف شب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، اعلیٰحضرت قبلہ دروازہ کھول کر باہر تشریف فرما ہوئے اور تھوڑی دیر میں پھر اندر تشریف لے گئے، صاحبزادی صاحبہ نے پوچھا کون تھا منہ سے نکل گیا کہ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک قافلہ جا رہا ہے، اُسمیں ایک شخص کو شرعی مسئلہ کی ضرورت پڑ گئی، وہ دریافت کرنے آیا تھا، پوچھکر واپس چلا گیا۔

اللہ تیری شان! اور بریلی والے خان! تیری آن، مدینہ طیبہ کے راستہ میں قافلہ اور شرعی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پڑے تو نہ علمائے مدینہ شریف سے معلوم ہو سکے، نہ ارض حرم کے علماء کرام و مفتیان عظام سے اور اُسکو سوداگری محلہ بریلی میں آنا پڑے، خدا خیر کرے کیا زمین بریلی بھی قادیان کے نقش قدم پر چلنا چاہتی ہے۔

اسی اشتہار میں ساتویں کرامت یہ لکھی ہے۔

نمبر ۲:- ایک عورت عالم خواب میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئی وہاں اُس نے مصطفیٰ صلعم کو نہ پایا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس بریلی شریف مولانا احمد رضا خانصاحب کی ملاقات میں تین روز کیلئے تشریف لیگئے ہیں جب سرکار واپس ہوئے تو اُس نے مدعا عرض کیا، ارشاد کریم فرمایا کہ بریلی جاکر احمد رضا کے مزار پر عرض حاجت کر، آنکھ کھلی تو بیداری میں بریلی شریف حاضری دی اور منزل مقصود کو پہنچی۔

اللہ اللہ! جو حاجت رسول اللہ صلعم سے پوری نہ ہو سکے اُسکو بریلی کے خانصاحب پورا کرتے ہیں، اب تو بریلی نے قادیان کو مات کر دیا۔

اسی اشتہار میں نویں کرامت یہ بیان کیگئی ہے

نمبر ۳:- ایک شخص عرصہ دراز سے بیعت کا ارادہ رکھتا تھا مگر ہوتا نہ تھا، ایک روز اُس نے خواب دیکھا کہ مصطفیٰ صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بریلی جاکر ہمارے دوست احمد رضا سے بیعت کرو۔ پھر وہ بیعت ہو گیا۔

سبحان اللہ ہمارے خانصاحب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔

نمبر ۴:- مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ اور اُن کے برادر زادہ نے مولوی احمد رضا خاں کی وصایا مرتب کر کے شائع کی ہے، اُسی میں موصوف کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں، اس کو آخری صفحہ پر اعلیٰ حضرت کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"زہد و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اُن کو (مولوی احمد رضا خاں) کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا"

اللہ والوں کو دیکھ کر صحابہؓ کی زیارت کا شوق بڑھا کرتا ہے لیکن رضاخانیوں کے نزدیک مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مرتبہ شاید رسول کے برابر ہو گا کہ ان کو دیکھنے کے بعد صحابہؓ کے دیدار کا شوق بھی کم ہو گیا۔

نمبر ۵:- خود مولوی احمد رضا خانصاحب اپنے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُنکی قبر میں اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی (ملفوظاتِ اعلحضرت حصۂ دوم صفحہ ۲۵)

پیر بھائی کی قبر میں تو رسول اللہ صلعم کے روضۂ اقدس کی سی بلکہ بالکل وہی خوشبو محسوس ہوئی اور خود پیر صاحب کی قبر کا واللہ اعلم کیا حال ہو گا۔ آگے چلکر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

نمبر ۶:- ان کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ حضرت کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

اللہ اکبر! جس نماز میں امام الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوں اُسکی امامت بریلی کے یہ خانصاحب فرمائیں۔ ۵

بُت کریں آرزو خدائی کی ۔۔۔ شان دیکھو یہ کبریائی کی

سردست ہم انہیں بنصف درجن عبارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ آئندہ پھر کبھی اپنے ناظرین کو اس قسم کے عجائبات سے محظوظ کیا جائیگا۔ فی الحال اس سلسلہ میں رضاخانی اُمت کے خیالات و اعتقادات

۵ مولوی حسین رضا خانصاحب ۱۲

پیش کرتے ہیں۔ تمام رضاخانی بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ مصنفہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنیوالے دیدۂ عبرت سے دیکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ دماغ کا کامل تنقیہ ہو جائیگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب اور خدائی اختیارات

کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا نور سے تیری کب کوئی خالی پھرا جس نے جو مانگا ملا احمد رضا (مدائح اعلحضرت صفحہ ۹)

ملنے میں ہو دیر کیا، ہاتھ کرم کے اٹھا — اے مرے حاجت روا حضرت احمد رضا۔ (مدائح صفحہ ۲۰)

مشکلیں میری آسان فرمائیے! — میرے مشکلکشا شاہ احمد رضا۔ (مدائح صفحہ ۲۱)

ایسا ہے مرشد مرا احمد رضا! — سب کا ہے مشکلکشا احمد رضا۔ (مدائح صفحہ ۲۵)

گر مصیبت میں کوئی چاہو آقا سے مدد! — دفع فرمادیں بلا حضرت اعلیٰ حضرت۔ (مدائح صفحہ ۲۶)

مانگ لے اب جو کچھ مانگنا ہو محب — دینے والا ہے اعلیٰ ہمارا رضا۔ (مدائح صفحہ ۲۷)

دین و دنیا میں کس کے بس آپ ہیں — میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا۔ (مدائح صفحہ ۲۷ وغیرہ)

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا — جو دیا تم نے دیا احمد رضا۔

دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا — ہاں مدد فرما! شہا احمد رضا

آستانہ ترا چھوڑ جائیں کہاں — تیرے در کے گدا شاہ احمد رضا (مدائح صفحہ ۳۴)

مجھ کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا — واہ کیا ہے عطا، شاہ احمد رضا

کیا غرض در بدر ماری ماری پھریں — جب ترا در ہے ہو شاہ احمد رضا

بات ہے ایمان کی حق کی قسم! — آپ سے ایماں ملا احمد رضا (مدائح صفحہ ۔)

دل ملا، آنکھیں ملیں ایماں ملا — جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا (مدائح صفحہ ۴۳)

تکمیل فائدہ کیلئے اس موقعہ پر رضاخانیوں کے امیر ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب علی پوری کے متعلق ان کے چند مخلص مریدین کا کلام درج کیا جاتا ہے۔

رضا خانیوں کے امیر ملت پیر جماعت علیشاہ صاحب کی خدائی اور اختیارات

بجھے میں تو مشکل کشا ہی کہوں گا — مری تجھ سے مشکل کشائی ہوئی ہے — (رسالہ انوار الصوفیہ بابتہ ماہ جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۹)

علی پور والے تو کیا بن کے آیا — تو نور ازل کی ضیا بن کے آیا — (” ” ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۹)

بظاہر مسیح، بہ باطن مجلّے — تو ہر رنگ حرف خدا بن کے آیا

خدا تجھ میں دیکھا نبی تجھ میں پایا — تو آئینہ ہر ضیا بن کے آیا

شکستہ دلوں کی دوا تیرے بس میں — تو ہر درد دکھ کی دوا بن کے آیا

تم ہو مختار دو عالم دافع رنج و بلا — دین و دنیا میں شہا ہے باد شاہی آپ کی — (نقل از اشتہارات شائع کردہ ناظم انجمن

تم ہو حل المشکلات اور دافع رنج و بلا — ہو دو عالم میں شہا عقدہ کشائی آپ کی — جناب نعمان ہو دو حضرت پیر جماعت علیشاہ صاحب)

حور و ملک فلک پہ فرش زمیں پہ سارے — خادم ہیں دست بستہ چاروں کتاب والے — (” از اشتہار مذکور)

فرشتے تری چاہ سے سیراب ہو کر — کہے جا رہے ہیں، جماعت علیشاہ — (”)

تری پیشقدمی میں حور و جناں سب — کھڑے دست بستہ جماعت علیشاہ

مولوی احمد رضا خاں اور حقوق رسالت

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا — (مدائح اعلیٰحضرت صفحہ ۱۳۰)

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا ” احمد رضا

حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو — اپنے سایہ میں چلا ” احمد رضا

تیری تعظیم ہے سرکار عرب کی تعظیم — تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا — (” صفحہ ۲۳)

روز قیامت لوگوں میں جب شور رستا خیز ہو — دامن میں اپنے چھپا یا سیدی احمد رضا — (” صفحہ ۶)

چل رے عبید پڑھتا اغثنی ادرکنی — یوں حشر میں دیتا ندا یا سیدی احمد رضا

پیر جماعت علیشاہ اور حقوق رسالت

سرکار علی پور بھی ہیں شاہ مدینہ — پروانہ ستاں وہ عشق محمد میں فنا ہیں — (انوار الصوفیہ نمبر ۳ دسمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲)

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی — ادھر جائیں تو اچھا ہے اُدھر جائیں تو اچھا ہے (انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۹)

ترا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریم بیت حرام ہے — تری بارگاہ ہے وہ بارگہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے (رسالہ جماعت ۱۹۲۳ء صفحہ)

تیرے نانا ذات ابتداء کی تھی جس کی — تو اس فیض کی انتہا بن کے آیا (انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۹)

نکیرین کے سوال پر رضاخانی اُمت کا جواب

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھینگے تو کس کا ہے — ادب سے سر جھکا کر و نگا نام احمد رضا خاں کا (مدائح اعلیٰ حضرت)

نکیرین اور جماعت علی شاہ

گر ستائیں گے نکیرین لحد میں شاہا — اُن کو دکھلاؤں گا اُس وقت میں صورت تیری (انوار شمیلہ شائع کردہ انجمن حزب الاحناف لاہور)

یا رضا سلام علیک

رضاخانی حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح احمد رضا خاں پر بھی سلام پڑھتے ہیں جیسے ایک سلامیہ نظم ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے (ملاحظہ ہو مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۶)

امام برحق احمد رضا سلام علیک — جناب نائب غوث الوری سلام علیک
کبھی جو تیرا گذر ہو رضا کے روضہ پر — تو عرض کرنا ہر ابھی صبا سلام علیک
غلام تیرے ہیں جو ان کو ہے نہیں کچھ غم — تو اُن کا حامی ہے احمد رضا سلام علیک
ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو — چھپالے ہم کو تو زیر ردا سلام علیک
جو نجدیوں نے نہ دیکھا ترا جمال و کمال — تو کعبہ والوں نے دیکھا شہا سلام علیک
ہمیشہ سر پہ غلاموں کے یہ رہیں قائم — جناب مصطفیٰ حامد رضا، سلام علیک
جو اُن کے ہاتھ میں ہاتھ ہے وہ تیری ہاتھ — کہ ہاتھ تیرے ہیں یہ اے رضا سلام علیک
ترا ہی جلوۂ زیبا ہے اُن کی چہروں میں — ترے جمال کے ہیں آئینہ سلام علیک

دعا محب کی ہے یا رب بہ رضائے احمد ہے
کہ وقت مرگ ہو لب پہ رضا سلام علیک

مولوی احمد رضا خانصاحب اور اُن کے کتّے

اپنے کتوں میں مجھ کو بھی تو کر دے مقبول ۔ واسطہ کچھ کو ترا حضرتِ اعلیٰحضرت ! (مدائح اعلیحضرت صفحہ ۲۷)

مولوی احمد رضا خانصاحب کا ایک اور چور کتّا

مرے دانا مرے آقا مجھے ٹکڑا ملجائے ۔ دیر سے آس لگائے ہے یہ کتّا تیرا (" صفحہ ۲۸)

اس عبید رضوی پر بھی کرم کی ہو نظر! ۔ بد سہی، چور سہی ہے تو وہ کتّا تیرا

مولوی احمد رضا خانصاحب کی قبر کی چادر

ذیل کے اشعار بعض ان نظموں سے لئے گئے ہیں جو خانصاحب کی چادر اٹھاتے وقت جلوس میں اُن کی مریدین و معتقدین پڑھتے ہیں ۔

نائب مصطفیٰ کی چادر ہے ۔ شیر شیر خدا کی چادر ہے (مدائح اعلیحضرت صفحہ ۳۳)

دین حق جس سے جگمگا اٹھا ۔ اُسی نور خدا کی چادر ہے

جس نے لاکھوں کو دیدیا ایماں ۔ اسی بحر عطا کی چادر ہے

با وضو با ادب رکھو سر پر ۔ کہ یہ احمد رضا کی چادر ہے (" صفحہ ۳۴)

بار عصیاں اُتر گیا سر سے ۔ سر پہ احمد رضا کی چادر ہے

مغفرت میں ہو اپنی شک کیونکر ۔ سر پہ احمد رضا کی چادر ہے

جلوہ گر ہیں حضور آل رسول ۔ چڑھتی احمد رضا کی چادر ہے (" ")

نائبیت یہ چاہتی ہے کہوں ۔ سیدو سرا کی چادر ہے (" ")

گاگر شریف

خانصاحب کی قبر پر گاگر بھی چڑھتی ہے اور اسکا بھی جلوس نکالا جاتا ہے اس موقعہ پر جو نظمیں پڑھی جاتی ہیں اُن کے چند شعر ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں ۔ (ملاحظہ مدائح اعلیحضرت صفحہ ۳۵ و ۳۶)

یہ اُمّتی ہو احمد رضا خاں کی گاگر — حبیبِ شہنشاہِ جیلاں کی گاگر
دو عالم میں کیوں نور پھیلا ہوا ہو — کہ اُمّتی ہو خورشیدِ سبحاں کی گاگر
پئے ایک قطرہ جو جنت میں جائے — یہ ہو ساقیٔ جامِ ایماں کی گاگر
اسے جو پئے اُسکو کوثر ملے گا — یہ ہو قاسمِ جامِ عرفاں کی گاگر
پئے صدق دل ہی جو ایمان پائے — یہ ہو معطیٔ دین وایماں کی گاگر
خدا کی ہے رحمت کہ سر پر ہماری — ہو اس نعمتِ ربِّ یزداں کی گاگر
ہے خورشیدِ طیبہ کا جلوہ بہر سو — یہ ہو اُسکے مہتابِ تاباں کی گاگر
سبو جو مدینے کے چشموں کا یہ ہے — یہ ہو فیضِ احمد رضا خاں کی گاگر
یہ پانی ہے تسنیم کوثر کا پانی — یہ ہے چشمۂ فیضِ جیلاں کی گاگر

گاگریا شریف

یہ غالباً گاگر شریف کی کوئی بہن ہے (ملاحظہ ہو مدائحِ اعلحضرت صفحہ ۳۹)

حور و غلماں بھی دیکھو آئے ہیں — میرے مرشد کی عالی گاگریا — آبِ کوثر بھرا ہے غلماں نے — حور دل نے خوب سجائی گاگریا
سر پہ غلماں اُٹھائے ہیں — دلہنوں کے پیا کی گاگریا — مغفرت میں ہیں شک کسی کو کیوں کر — جبکہ سر پہ اُٹھائی گاگریا
کیا خطر پیاس کا قیامت میں — جب ہے سر پہ رضا کی گاگریا

گگریا شریف

یہ شاید گاگر شریف کی کوئی چھوٹی بہن ہے۔ (باغ فردوس صفحہ ۱)

آلا حجرت رجا کے مجار پر ایک گریب جوگن کی درکھاست

پیارے رجا موری بھر دو گگریا — اچھے رجا موری بھر دے گگریا
بھیج نہ جائے کہیں موری چندریا — چھائی ہے دریا موری بھر دے گگریا
بلھاری جاؤں پیا ڈاروں گلے بہیاں — بلکے سپتیا موری بھر دے گگریا
جوگی ہے تمھاری رجا آس لگائے — دو نگریا موری بھر دے گگریا

ایک رجوی جوگنیا کا لہرا

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کوڑیاں — درشن دکھا دیں جاؤں بلہاریاں

بالم تم ہوا اونچی اٹریاں ، ہم چڑھیاں کھائیں لڑھکیاں — بتیاں پکڑ لو بتیاں چڑائیں ، تم بن چین نہ آوت ہے

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کوڑیاں

رجوی جوگنیا کا لہرا سنن کو ، گھونگھٹ اٹھا دی پردوں میں پیتیاں !!

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کوڑیاں

بالم نیچو گھونگھٹ دیکھیو ، نیناترس گئے درشن کو — کیوں ری سکھی میں کیسے مناؤں ، پی تو روسو جات ہے

اعلیٰحضرت ذرا کھولو کوڑیاں — (باغ فردوس صفحہ ۴۳)

برادرانِ اسلام اس سے عبرت حاصل کریں اور رضاخانی مذہب کا خط و خال ہماری اس پیش کردہ آئینہ میں دیکھیں رضاخانی صاحبان سے اخیر میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ شیشہ کے گھروں میں بیٹھ کر دوسروں کے مکانات پر انہیں پھینکنا قرینِ دانش نہیں اب جبکہ آپ حضرات کی طرف سے اس سلسلہ کی ابتدا ہو چکی ہے تو ہمیں بھی مدافعت کا حق ہے ۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے — نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(یار زندہ صحبت باقی)

هذا آخر ما اردنا ايراده في هذا المقام والسلام على اهل الاسلام والحمد لله الملك العلام والصلوٰة والسلام على سيدنا ومولانا محمد خير الانام وعلى آله الكرام واصحابه العظام الى آخر الليالي والايام

ختم شد

محمد حنیف رضا اعظمی

انجمن کی مطبوعہ اور زیر طبع کتب

۱ : مقامع الحدید : حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور علماء دیوبند بالخصوص حضرت شیخ الہند کے اشعار مرثیہ پر بریلوی اعتراضات کا مسکت و دندان شکن جواب . قیمت ./.

۲ : بریلوی فتوے : ان بریلوی فتاوی کا مجموعہ جن میں تقریباً ہر ایک مسلمان پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اس کتاب میں وہ سپاسنامہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو بریلویوں نے ایک ظالم سابق زمانہ انگریز گورنر کو پیش کیا تھا . معہ معافی نامہ پیر ولایت شاہ . قیمت ۵.۰۰

۳ : الدلائل القاہرہ : مسلم لیگ کے خلاف بریلویوں کا وہ فتوے جس میں شاہ احمد نورانی کے والد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور بریلویوں کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مرادآبادی سمیت اسّی رضاخانی علماء کے دستخط ہیں . قیمت ڈھائی روپے

۴ : مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری کے ردّ رضاخانیت میں آٹھ رسالوں کا مجموعہ جن کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے نیز ایک انتہائی وقیع مقدمہ بھی اس کے ساتھ شامل ہے . قیمت ۲۵/۰

۵ : فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب : مجموعہ فتاوی علماء ہند مسئلہ غراب پر آخری اور فیصلہ کن کتاب . قیمت ۶/۵۰

۶ : قاصمۃ الظہر فی طلبہ شہر : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور دیگر علماء دیوبند کیساتھ مناظرہ کرنے سے احمد رضاخان صاحب کے فرار کی تفصیل روداد . قیمت ۳/۰

۷ : شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ : از حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

[illegible]